پیشگوئیوں پر اعتراضات کے جواب

اے فقیہو عالمو مجھ کو سمجھ آتا نہیں
یہ نشانِ صدق پا کر پھر یہ کیں اور یہ نقار (حضرت مسیح موعودؑ)

اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور علمِ تام کا ثبوت انبیاء کے ذریعہ دیا جاتا ہے۔ ان کی پیشگوئیاں ایک طرف ذات باری کے علیم کل ہونے پر زبردست گواہ ہوتی ہیں، اور دوسری طرف نبیوں کی صداقت کا بیّن ثبوت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن ع۲) علم غیب میری ذات سے مخصوص ہے۔ میں اپنے غیب پر بجز برگزیدہ رسولوں کے کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ پیشگوئیاں نبیوں کی صداقت کا بہت بڑا ثبوت ہیں۔ اور ہر نبی اس ثبوت کے ذریعہ اپنی سچائی کا اعلان کرتا رہا ہے۔ غلطی پر ہے وہ شخص جو لکھتا ہے کہ:-

"پیشگوئی کرنا انسانی طاقت سے باہر نہیں۔ اور یہ امر انبیاء کرام اور عام لوگوں میں مشترک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی نبی نے کبھی اپنی کسی پیشگوئی کو اپنے صدق و کذب کا معیار قرار نہیں دیا" (تحقیق لاثانی صفحہ ۱۴۶)

کیونکہ قرآن مجید الٰہی غیب کا اجارہ دار صرف انبیاء کو قرار دیتا ہے اور اُنکے غیر کے لئے اللہ کے غیب کے پانے کا راستہ مسدود بتاتا ہے۔ مگر معترض پٹیالوی اس کو "عام لوگوں" کی ایک مشترکہ جائداد بتاتا ہے۔ العجب!

مومن آلِ فرعون کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَاِنْ یَّكُ صَادِقًا

يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ (المومن ع۴) کہ اگر یہ رسول سچا ہے تو پھر اسکی پیشگوئیوں میں سے بعض ضرور تم کو پہنچ جائیں گی۔ گویا پیشگوئیوں کو علامت صدق قرار دیا ہے۔ قرآن مجید کا سرسری مطالعہ کرنے والے بھی جانتے ہیں کہ ہر نبی اپنے دشمنوں کو پیشگوئیاں سنا کر اپنی کامیابی اور ان کی بربادی کا آسمانی وعدہ بتا کر کہتا رہا ہے۔ وَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ۔ ہم دونوں فریق انتظار کرتے ہیں جو غیب سے ظاہر ہوگا وہ ہمارے صدق یا کذب کا گواہ ہوگا۔

کفار کا مقولہ متی ھذا الوعد ان کنتم صٰدقین کہ اگر تم سچے ہو تو یہ پیشگوئی کب پوری ہوگی، قرآن مجید میں بکرات و مرات دہرایا گیا ہے۔ مگر کسی ایک جگہ بھی یہ جواب نہیں دیا گیا کہ نادانو! ہم نے کب ان پیشگوئیوں کو "معیار صدق و کذب" بنایا ہے جو تم بار بار ان کنتم صادقین کہہ رہے ہو؟

قرآن مجید کا یہ اسلوبِ کلام صاف بتا رہا ہے کہ پیشگوئی معیارِ صدق و کذب ہے، اور انبیاء اور ان کے متبعین ان کو بطور معیارِ صداقت پیش کرتے رہے ہیں۔ فطرت انسانی بھی اسی کی مؤید ہے۔ حتی کہ ایک جگہ معترض بٹیالوی نے بھی لکھا ہے:۔

"جس مدعی کی ایک پیشگوئی بھی غلط ثابت ہو وہ کاذب اور مفتری علی اللہ ہے۔" (تحقیق ص۱۵۶)

جب ایک پیشگوئی کا غلط ہونا مدعیٔ نبوت کے کذب کی دلیل ہے تو گویا تم نے خود مان لیا کہ نہ پورا ہونا دلیلِ کذب اور پورا ہو جانا دلیلِ صدق ہے۔ ع حق بر زبان جاری۔

یاد رکھو پیشگوئی کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے مصفٰی غیب بجز نبیوں کے کسی پر کھولا نہیں جاتا۔ ایسے امور غیبیہ جو عظیم الشان اور فوق العادت بشارت یا انذار پر مشتمل ہوں صرف رسولوں پر ہی ظاہر کئے جاتے ہیں تا کہ انکی سچائی پر گواہ ہوں۔

یہ ایک عجیب حقیقت ہے کہ پیشگوئیاں ہر نبی کو دی جاتی ہیں اور وہ ان کے ذریعہ اہلِ انصاف لوگوں پر اپنے دعویٰ کے متعلق اتمام حجت کرتا ہے اور مومنوں کے لئے اس کے نشانات بہت واضح ہوتے ہیں۔ لیکن منکرین اور کفار کی نظر میں انبیاء کی کوئی پیشگوئی سچی نہیں ہوتی، ان کا کوئی نشان ان پر انکی راستبازی کو عیاں کرنیوالا نہیں ٹھہرتا،

اور وہ ہمیشہ یہی کہتے رہتے ہیں لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (الانعام ع) کہ اس کی کوئی پیشگوئی تو سچی نکلتی۔ کوئی نشان تو پورا ہوتا۔ سچ ہے۔ ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے است
گل است سعدی و در چشم دشمناں خاراست

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی صداقت کیلئے معقولیت، منقولی دلائل اور زمانہ کی حالت کو پیش کیا مگر لوگوں نے انکار کیا۔ آپ نے نشانات اور معجزات کے ذریعہ سے اتمام حجت کی مگر وہ اپنی تکذیب پر مصر رہے۔ حضرت کی پیشگوئیاں ہزاروں کی تعداد میں اور ہر رنگ میں پوری ہوئیں۔ آپ کی ذات، کاموں اور عمر کے متعلق، اپنی اولاد کی پیدائش ترقی اور دیگر حالات کے متعلق، اپنے گھر والوں کے متعلق، دوستوں کے متعلق، خاندان، چار دیواری، شہر، صوبہ، ملک اور دنیا کے متعلق۔ الغرض ہر حصہ کے متعلق آپ نے پیشگوئیاں فرمائیں اور وہ پوری ہو کر مومنوں کیلئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوئیں۔ لیکن فرزندانِ تاریکی کی سنت کے مطابق آپ کے مخالفین نے بھی اس بارہ میں بہت شور مچایا ہے۔ معترض پٹیالوی لکھتا ہے:-

"اس فصل میں ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی متحدیانہ پیشگوئیوں کی کیا حقیقت ہے۔" (عشرہ صفحہ ۱۵۰)

ظاہر ہے کہ مکذّب ہو کر "پیشگوئیوں کی حقیقت" سے آگاہی کا دعویٰ بہت بے جوڑ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس نے اس فصل میں پیشگوئیوں پر چند اعتراض کئے ہیں۔ ہم ان کا تفصیلی جواب دینے سے پہلے حسب وعدہ پیشگوئیوں کی پڑتال کے متعلق قرآن مجید، نصوص حدیثیہ اور واقعات کی رو سے چند معیار اختصاراً ذکر کرتے ہیں۔

پیشگوئیوں کے دس۱۰ معیار و اصول

پہلا معیار

ظاہر ہے کہ پیشگوئی کی غرض ایمان پیدا کرنا ہے۔ نبی کا کام کشتِ دل میں تخم ایمان کا بونا ہے۔ اور اس تخم ریزی کے متعدد طرق میں سے ایک طریق پیشگوئی بھی ہے۔ یاد رہے کہ ایمان وہی مقبول ہے جو "یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ" کا مصداق ہو۔ یہ دنیا دار العمل ہے۔ اس جگہ ایمانیات کفار اور منکرین

کے سامنے سورج کی طرح منجلی نہیں ہوتیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر اُن کو ایمان کا کوئی ثواب یا اجر نہیں مل سکتا۔ چنانچہ سورج پر ایمان لانا شرعی طور پر ثواب کا مستحق نہیں بناتا۔ پس پہلا معیار تو یہ ہے کہ کوئی پیشگوئی ایسے طور پر پوری نہیں ہوسکتی جو منکرین کو "یومنون بالغیب" کے دائرہ سے باہر لے جائے اور نہ ہی کسی مکذب کا حق ہے کہ اپنی کمزور آنکھوں کے باعث حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے متعلق ایسا مطالبہ کرے کیونکہ یہ امر سنت اللہ کے خلاف ہے۔ اس کے انبیاء کے عام دستور کے مخالف ہے۔

دوسرا معیار نبی کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ بشیر، نذیر۔ اسی کے مطابق اس کی پیشگوئیوں کے بھی دو حصے ہوتے ہیں۔ جو حصہ بشارتوں پر مشتمل ہوتا ہے وہ اصطلاحاً وعدہ کہلاتا ہے۔ اور جو حصہ انذار پر مبنی ہوتا ہے اُسے اصطلاحی طور پر وعید کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ وعدہ ہو یا وعید ہر دو قسم کی پیشگوئیاں اپنے مرکزی نقطہ (ایمان پیدا کرنا) کے گرد ہی چکر لگاتی ہیں۔ وعدہ میں خوشخبری کے ذریعہ ایمان پروری کی جاتی ہے۔ اور وعید میں منکرین کو خوف دلا کر رجوع اور انابت الی اللہ کے لئے متوجہ کیا جاتا ہے۔

اب اگر اس وعید کے ظہور پذیر ہونے سے قبل ہی یہ غرض پوری ہو جائے۔ تو اس وعید کا ٹل جانا ہی سنت الٰہی ہے اور اس سے نفسِ پیشگوئی پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ صاحب روح المعانی تحریر فرماتے ہیں:۔

وَالْاَصْلُ فِیْ ھٰذَا عَلٰی مَا قَالَ الْوَاحِدِیُّ اَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَجُوْزُ اَنْ یُّخْلِفَ الْوَعِیْدَ وَاِنِ امْتَنَعَ اَنْ یُّخْلِفَ الْوَعْدَ وَبِھٰذَا وَرَدَتِ السُّنَّۃُ فِیْ حَدِیْثِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وَعَدَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی عَمَلِہٖ ثَوَابًا فَھُوَ مُنْجِزٌ لَہٗ وَمَنْ اَوْعَدَہٗ عَلٰی عَمَلِہٖ عِقَابًا فَھُوَ بِالْخِیَارِ وَمِنْ اَدْعِیَۃِ الْاَئِمَّۃِ الصَّادِقِیْنَ یَا مَنْ اِذَا وَعَدَ وَفٰی وَاِذَا تَوَعَّدَ عَفَا وَقَدِ افْتَخَرَتِ الْعَرَبُ بِخُلْفِ الْوَعِیْدِ وَلَمْ تَعُدَّہٗ نَقْصًا کَمَا یَدُلُّ عَلَیْہِ قَوْلُہٗ ؎

وَإِنِّي إِذَا أَوْعَدْتُهُ أَوْ وَعَدْتُهُ
لَمُخْلِفُ إِيْعَادِي وَمُنْجِزُ مَوْعِدِي

(تفسیر روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:- اس بحث میں مسلّم اصل وہی ہے جو علامہ واحدی نے ذکر کیا ہے یعنے اللہ تعالیٰ وعید کا خلاف کرلیتا ہے اگرچہ وعدہ کا خلاف نہیں کرتا۔ سنت سے بھی یہی ثابت ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کو ثواب کا وعدہ دے تو وُہ اُس کو ضرور پُورا کرتا ہے۔ ہاں اگر کسی کو اس کے عمل پر سزا کا وعید کرے تو اُسے اختیار ہے۔ ائمہ صادقین ان لفظوں میں دُعا کیا کرتے تھے کہ اے وُہ ذات جب وعدہ کرے تو ایفا کرے اور جب وعید کرے تو درگذر فرمائے۔ پھر عرب بھی خلاف وعید پر فخر کیا کرتے ہیں۔ وہ اس کو نقص نہیں سمجھتے۔ شاعر کہتا ہے۔ میں جب اس سے وعید اور وعدہ کرتا ہوں تو وہ وعدہ پُورا کر دیتا ہوں لیکن وعید پورا نہیں کرتا بلکہ اس کے خلاف کرتا ہوں۔"

پس دوسرا معیار یہ ہے کہ حالات کے ماتحت نفس وعید کے ٹل جانے کا امکان ہے۔

تیسرا معیار چونکہ اللہ تعالیٰ کا اصل مقصود انذاری پیشگوئیوں اور عذابوں سے توجہ الی اللہ پیدا کرنا ہے۔ اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ وہ سب کی سب شرطِ توبہ کے ساتھ مشروط ہوتی ہیں۔ خواہ وُہ شرط الفاظ پیشگوئی میں صراحتاً مذکور ہو یا نہ مذکور ہو۔ بہرحال مراد ہوگی۔ چنانچہ امام فخرالدین رازی لکھتے ہیں:-

"اِنَّ الْوَعْدَ حَقٌّ عَلَيْهِ وَالْوَعِيْدَ حَقٌّ لَهُ وَمَنْ اَسْقَطَ حَقَّ نَفْسِهِ فَقَدْ اَتَى بِالْجُوْدِ وَالْكَرَمِ وَمَنْ اَسْقَطَ حَقَّ غَيْرِهِ فَذَالِكَ هُوَ اللُّؤْمُ فَظَهَرَ الْفَرْقُ بَيْنَ الْوَعْدِ وَالْوَعِيْدِ وَبَطَلَ قِيَاسُكَ وَاِنَّمَا ذَكَرْتُ هٰذَا الشِّعْرَ لِاِيْضَاحِ هٰذَا الْفَرْقِ فَاَمَّا قَوْلُكَ لَوْ لَمْ يَفْعَلْ لَصَارَ كَاذِبًا وَمُكَذِّبًا نَفْسَهُ فَجَوَابُهُ اَنَّ هٰذَا اِنَّمَا يَلْزَمُ لَوْ كَانَ الْوَعِيْدُ ثَابِتًا جَزْمًا مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ وَعِنْدِيْ جَمِيْعُ الْوَعِيْدَاتِ مَشْرُوْطَةٌ بِعَدَمِ الْعَفْوِ فَلَا يَلْزَمُ مِنْ تَرْكِهِ دُخُوْلُ الْكِذْبِ فِيْ كَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى" (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:- وعدہ اللہ پر حق ہے اور وعید اس کا حق ہے۔ جو شخص اپنے نفس کے حق کو ساقط کر دیتا ہے وہ تو اپنی سخاوت اور کرم کا ثبوت دیتا ہے۔ ہاں جو غیر کے حق کو گراتا ہے تو یہ کمینگی ہے۔ پس وعدہ اور وعید میں فرق ظاہر ہو گیا اور تمہارا قیاس باطل ٹھہرا۔ میں نے یہ شعر اس فرق کی وضاحت کے لئے ذکر کیا ہے۔ باقی تیرا یہ کہنا کہ اگر خدا تعالیٰ وعید کو پورا نہ کرے تو وہ کاذب ہوگا اور اپنی بات کا خود مکذّب ہوگا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات اُسوقت لازم آتی جب ہر وعید بغیر شرط کے قطعی طور پر ثابت ہوتا۔ حالانکہ میرے نزدیک سب وعید عدم العفو کے ساتھ مشروط ہیں۔ پس اگر اللہ تعالیٰ وعید کو ترک کر دے تو اس سے اس کے کلام میں کذب لازم نہیں آتا۔" پھر مُسلَّم الثّبوت میں لکھا ہے۔ اِنَّ الْاِیْعَادَ فِیْ کَلَامِہٖ تَعَالٰی مُقَیَّدٌ بِعَدَمِ الْعَفْوِ کہ اللہ کی کلام میں ہر وعید مقیّد ہوتا ہے۔ (صفحہ ۲۸)

علامہ ابو الفضل تحریر فرماتے ہیں:-

"اِنَّ آیَاتِ الْوَعْدِ مُطْلَقَۃٌ وَ آیَاتُ الْوَعِیْدِ وَاِنْ وَرَدَتْ مُطْلَقَۃً لٰکِنَّھَا مُقَیَّدَۃٌ حُذِفَ قَیْدُھَا لِمَزِیْدِ التَّخْوِیْفِ" (تفسیر روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۱۹۰)

ترجمہ:- تحقیق وعدہ کی آیات بغیر شرط مطلق ہوتی ہیں۔ اور وعید والے الہامات اگرچہ ان کے ساتھ شرط مذکور نہ ہو تاہم وہ مقید ہوتے ہیں۔ ان کی قید اور شرط زیادہ خوف دلانے کی خاطر حذف کر دی جاتی ہے۔"

پس تیسرا معیار یہ ہے کہ ہر وعیدی پیشگوئی مشروط ہوتی ہے۔

چوتھا معیار پیشگوئی یا امر غیب کے ظہور سے قبل اس کا پورے طور پر سمجھ آنا ضروری نہیں۔

الف۔ معترض پٹیالوی خود لکھتا ہے کہ:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا کہ آپ کی ہجرت گاہ وہ زمین ہوگی جس میں کھجوروں کے باغ ہوں گے۔ مکہ معظمہ میں رہ کر آپ کا خیال اس زمین کے متعلق یمامہ کی طرف گیا۔ کیونکہ وہاں بھی کھجوروں کے باغ بکثرت ہیں۔ چنانچہ حضور نے فرمایا فَذَھَبَ وَھْلِیْ اِلَی الْیَمَامَۃِ

میرا خیال یمامہ کی طرف گیا۔ مگر بعد میں مدینہ ثابت ہوا۔" (تحقیق لاثانی ۱۹۲)

(ب) معترض پٹیالوی کا اقرار ہے:۔

"طولی الیدین (لمبے ہاتھوں والی) عرب کے مجازی محاورہ میں سخی عورت کو کہتے ہیں۔ ازواج مطہرات نے لفظی معنے کے ماتحت اسکی حقیقت سمجھی اور ہاتھ ناپے۔ مگر آنحضرت کے سامنے نہیں بلکہ بطور خود۔ لیکن واقعہ یہ ہوا کہ مراد اِس سے مجازی معنے تھے۔" (تحقیق لاثانی ۱۹۲)

(ج) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ سَیُرِیْکُمْ اٰیَاتِہٖ فَتَعْرِفُوْنَہَا۔ (النمل آیت ۹۴)

کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے وہ تم کو اپنے نشان دکھائے گا۔ تب تم ان کو پہچان سکو گے۔

اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ قبل ظہور پیشگوئی کی پوری معرفت نہیں ہوا کرتی۔ چنانچہ دیکھ لیجئے۔ ایلیار کی آمد کی پیشگوئی تھی۔ یہود اس کی حقیقت نہ سمجھ سکے۔ تا وقتیکہ حضرت مسیح نے اس کی تعبیر بعثتِ یحییٰؑ سے نہ فرمائی۔ مگر پھر بھی یہود اسکے قائل نہ ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تورات و انجیل میں پیشگوئیاں ہیں۔ مگر یہود و نصاریٰ ان کی حقیقت کو سمجھنے سے ہنوز قاصر ہیں۔

(د) مولوی محمد حسین بٹالوی نے لکھا ہے کہ:۔

"اس مقام میں ایسی تفصیلوں کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جن میں سید الملہمین خاتم المرسلین کا بعض الہامات (غیر متعلق بہ تکلیف و تبلیغ) کی مراد سمجھنے میں اشتباہ و شک پایا جاتا ہے۔ . . . . . . ان دونوں الہاموں (ادیتک فی المنام۔ ذھب وھلی — ناقل) کے (جو متعلق بہ تبلیغ و تکلیف نہیں۔) معنے سمجھنے میں سید الملہمین و خاتم المرسلین

لہ یہ بخاری کی مشہور حدیث اسرعکن لحوقا بی اطولکن یدا" کا ذکر ہے۔ جس میں ازواج مطہرات نے اپنے ہاتھ ناپنے شروع کر دئے تھے۔ معترض کا یہ کہنا کہ یہ واقعہ آنحضرت کے سامنے نہیں ہوا۔ محض بے ثبوت ہے۔ الفاظ حدیث حضور کے سامنے ناپنے کی تائید کرتے ہیں۔ (مؤلف)

کو شک و اشتباہ واقع ہوا اور الہام دوم کے معنے سمجھنے میں تو آپ کا خیال واقع کے بھی مخالف نکلا۔" (رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۷ نمبر ۱ صفحہ ۲۹۱)

(ذ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ :-

(۱) "صاف ظاہر ہے کہ جب پیشگوئی ظہور میں آجائے اور اپنے ظہور سے اپنے معنے آپ کھول دے اور ان معنوں کو پیشگوئی ..... کے الفاظ کے آگے رکھ کر بدیہی طور پر معلوم ہو کہ وہی سچے ہیں تو پھر ان میں نکتہ چینی کرنا ایمانداری نہیں ہے۔" (ضمیمہ براہین پنجم صفحہ ۸)

(۲) "اگر کسی خاص پہلو پر پیشگوئی کا ظہور نہ ہو۔ اور کسی دوسرے پہلو پر ظاہر ہو جائے۔ اور اصل امر جو اس پیشگوئی کا خارق عادت ہونا ہے۔ وہ دوسرے پہلو میں بھی پایا جائے۔ اور واقعہ کے ظہور کے بعد ہر ایک عقلمند کو سمجھ آجائے۔ کہ یہی صحیح معنے پیشگوئی کے ہیں جو واقعہ نے اپنے ظہور سے آپ کھول دیئے ہیں۔ تو اس پیشگوئی کی عظمت اور وقعت میں کچھ بھی فرق نہیں آتا۔ اور اسپر ناحق نکتہ چینی کرنا شرارت اور بے ایمانی اور ہٹ دھرمی ہوتی ہے۔" (ضمیمہ براہین پنجم صفحہ ۹)

پس چوتھا معیار یہ ہے کہ پیشگوئی کے ظہور سے پیشتر بعض دفعہ اسکی پوری حقیقت عام مومنین، صحابہ، اور نبی پر بھی منکشف نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی صحیح تفسیر وہی ہوتی ہے جو واقعات سے ثابت ہو۔

پانچواں معیار عذاب کی پیشگوئی طغیان و سرکشی کی بناء پر ہوتی ہے۔ لہذا اگر وہ قوم یا فرد جس کے حق میں پیشگوئی کی گئی ہے۔ اس زیادتی اور ظلم سے باز آجاوے۔ جو بناء پیشگوئی ہے۔ تو لازماً اس پیشگوئی کا ظہور معرضِ تعویق میں پڑ جائے گا۔ اور جتنا جتنا رجوع ثابت ہوگا۔ اتنا اتنا ہی وہ اس عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ یاد رہے کہ اس ضمن میں ایمان دو ۲ قسم کا ہو سکتا ہے۔

(۱) حقیقی اور مستقل ایمان (۲) عارضی اور ناقص ایمان۔ ہر دو صورتوں میں موعود عذاب ٹل جاتا ہے۔ ہاں مؤخر الذکر صورت میں جب دوبارہ شرارت ثابت ہو جائے تو وہ پھر ماخوذ ہو جاتے ہیں۔

پہلی صورت کی مثال میں قرآن پاک نے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کو پیش فرمایا ہے۔ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ (یونس ع۱۰)
کیوں نہ بستیوں کے لوگ ایسے ہوئے کہ وہ ایمان لے آتے تا اُن کا ایمان اُن کو نفع دیتا بجز قوم یونسؑ کے۔ وُہ جب ایمان لائے تو ہم نے اُن سے دُنیا کی زندگی میں رُسوا کُن عذاب دُور کرکے ان کو ایک عرصہ تک فائدہ پہنچایا۔

حضرت یونس علیہ السلام کی پیشگوئی کے متعلق ہم گزشتہ اوراق میں بحث کر چکے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی لکھا ہے :۔

"رُوِيَ أَنَّ يُونُسَ وَعَدَهُمُ الْعَذَابَ وَغَابَ عَنْهُمْ" (تفسیر القرآن صفحہ ۲۰۴)
کہ حضرت یونسؑ نے اپنی قوم کو عذاب کی پیشگوئی بتلائی اور اُن کے پاس سے چلے گئے"۔ پھر بطور عقیدہ و واقعہ یہی مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

"ہم مانتے ہیں کہ انذاری عذاب نہ صرف ملتوی ہو جاتا ہے بلکہ مرفوع بھی ہو جاتا ہے۔ . . . . حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے عذاب ٹل گیا۔ لیکن کب ٹلا؟ جب وہ ایمان لے آئے"۔ (رسالہ اہلحدیث ۱۵-۱۲-۱۴)

معترض نے لکھا ہے کہ :۔

"نص قرآنی سے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا ایمان لانا اور اس ایمان لانے سے ہی عذاب کا ان سے ہٹایا جانا ثابت ہے"۔ (تحقیق صفحہ ۱۳۴)

عارضی اور ناقص ایمان کی مثال

بہت سے نادان بغرض مغالطہ دہی کہا کرتے ہیں کہ حقیقی ایمان سے تو عذاب ٹل جاتا ہے اور اسکے وعیدی پیشگوئی کی صداقت میں کوئی رخنہ واقع نہیں ہوتا۔ لیکن عارضی اور ناقص ایمان سے عذاب نہیں ٹل سکتا۔ اور اگر ایسی صورت میں بھی عذاب ٹل جائے تو پیشگوئی کا کاذب ہونا لازمی ہے۔ سو یاد رہے کہ چونکہ ایمان اور کفر کی سزائے کامل کے لئے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا دن مقرر کیا ہے اور یہ دُنیا دار العمل ہے۔ اس لئے اس جگہ سزا، عذاب اور وعید صرف اسی بناء پر مترتب ہوتا ہے کہ وہ شخص ظلم و

تعدی میں حد سے بڑھ جاتا ہے اور اپنی سرکشی وطغیانی کے ذریعہ فتنہ برپا کر دیتا ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی آیت فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ (عنکبوت) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

"فِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى لَطِيفَةٍ وَهِيَ أَنَّ اللهَ لَا يُعَذِّبُ عَلَى مُجَرَّدِ وُجُودِ الظُّلْمِ وَإِلَّا لَعَذَّبَ مَنْ ظَلَمَ وَتَابَ فَإِنَّ الظُّلْمَ وُجِدَ مِنْهُ وَإِنَّمَا يُعَذِّبُ عَلَى الْإِصْرَارِ عَلَى الظُّلْمِ" (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۶۵۱)

یعنے اللہ تعالیٰ اس دنیا میں صرف ظلم پر اصرار کرنے پر عذاب دیتا ہے۔ اب جس طرح حقیقی ایمان لانا اس کے جرم اور بناءِ پیشگوئی کی مستقل تلافی کر دیتا ہے، اسی طرح عارضی ووقتی ایمان بھی اس شرارت کا ایک حد تک سدّ باب کر دیتا ہے۔ آیت وما کان اللہ معذبهم وهم يستغفرون بھی اس جگہ زیرِ غور ہے کہ اللہ تعالےٰ استغفار کرنے والے کفار کو بھی عذاب نہیں دیتا۔ اس لئے پہلی صورت میں اس کو مستقل فائدہ پہنچتا ہے۔ اور دُوسری صورت میں بھی عارضی فائدہ (عذاب دُنیا سے بچ جانا) ضرور حاصل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرعونیوں کے ذکر میں فرماتا ہے کہ جب ان پر عذاب آتا تھا۔ تو حضرت موسیٰؑ سے کہتے تھے۔ يَا أَيُّهَا السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ کہ اے جادوگر! ہمارے لئے اپنے رب سے دُعا کر ہم ہدایت پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ (زخرف ع ۵) کہ جب ہم اُن سے عذاب دُور کر دیتے ہیں۔ تو وہ اپنے عہد کو توڑ دیتے ہیں" فرعونیوں نے اسی طرح آٹھ نو دفعہ جھوٹے وعدے کئے اور جعلی رجوع کا اظہار کیا۔ مگر ہر مرتبہ اللہ تعالےٰ اُن سے عذاب ٹالتا رہا۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ اس کی سنت ہے کہ وہ ادنےٰ رجوع کا بھی فائدہ پہنچاتا ہے۔ سورۃ الدخان میں فرمایا ہے کہ عذاب دخان کیوقت کفار درخواست کریں گے رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ۔ اے خدا! اس عذاب کو ٹال دے۔ ہم ایمان لے آئیں گے۔ فرمایا إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ (دخان ع ۱) ہم عذاب تو ضرور کچھ عرصہ کے لئے ٹال دینگے۔ مگر یہ

غلط ہے کہ تم مومن بن جاؤ گے۔ کیونکہ تم تو پھر شرارتوں کی طرف عود کرو گے۔"

ہر دو مثالوں سے واضح ہے کہ عارضی اور ناقص ایمان پر بھی اللہ تعالےٰ وعدہ عذاب بلکہ عذاب میں التواء[1] کر دیتا ہے۔

پس پانچواں معیار یہ ہے کہ حقیقی اور کامل ایمان کے علاوہ بسا اوقات ناقص اور عارضی ایمان سے بھی وعید میں التواء ہو جاتا ہے۔

چھٹا معیار وعید کی پیشگوئی خواہ معیّن قوم و شخص، یا معیّن وقت، کیلئے ہو۔ اس میں فی الجملہ تخلف ممکن ہے۔ یعنے اس وعید کا معیّن قوم یا معیّن وقت کے لئے ہونا شرائط تخلف کے تحقق کے باوجود اس کو ضروری الوقوع نہیں بنا دیتا، بلکہ پھر بھی اس کا ٹلنا جائز ہوتا ہے۔ اِس بیان کی اسلئے ضرورت پیش آئی کہ معترض پٹیالوی نے تحقیق لاثانی میں خلف الوعید کے مسئلہ میں ہتھیار ڈال کر اِس صُورت پر خاص زور دیا ہے کہ معین وعید ٹل نہیں سکتا۔ بلکہ ایک جگہ تو لکھا ہے:۔

" ایسا خلف وعید منجانب اللہ وقوع میں آنا صریح تذلیل و تکذیب رسول ہے۔" (تحقیق لاثانی صلا)

حالانکہ یہ بھی سراسر باطل ہے۔ وعید اس معین قوم یا شخص کی توبہ و رجوع پر ہی ٹلا کرتا ہے اسلئے اس میں رسول کی تکذیب و تذلیل کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ تو محض وہم باطل ہے۔

حضرت یونسؑ کے واقعہ کے معیّن مُدت اور معیّن قوم کے متعلق ہونے کے متعلق ہم ذکر کر چکے ہیں۔ چند حوالجات اور ملاحظہ ہوں۔ لکھا ہے:۔

(۱) وَقِيلَ قَالَ لَهُمْ يُونُسُ إِنَّ أَجَلَكُمْ أَرْبَعُونَ لَيْلَةً فَقَالُوا إِنْ رَأَيْنَا أَسْبَابَ

---

[1] معترض پٹیالوی مسئلہ خلف الوعید کے متعلق لکھتا ہے:۔

" وہ ایک علمی بحث ہے جس میں متکلمین کا اختلاف رائے بھی رہا ہے۔ چونکہ اس رسالہ کا یہ مقصود نہیں، اسلئے ہم اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے۔" (تحقیق ص۱۰۹) ایک دوسری جگہ عجیب ارشاد ہو۔ لکھتے ہیں:۔ " عالمانہ بحثیں اور علمی نکات تحریر کرنے کی نہ خاکسار مؤلف کو قابلیت ہے۔ نہ اس رسالہ کا مُدعا۔" (تحقیق ص۱۳۰) کیا اسی قابلیت پر کتاب کو لاجواب بتا رہے تھے؟ ابو العطاء

الْهَلَاكِ آمَنَّا بِكَ۔ یونسؑ نے ان سے کہا کہ تمہاری میعاد چالیس راتوں تک ہے۔ انہوں نے کہا۔ اگر ہم ہلاکت کی علامات دیکھیں گے۔ تو تجھ پر ایمان لے آئیں گے۔ (تفسیر کشاف النصف الاول ص۵۹۹)

(۲) إِنَّ يُونُسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بُعِثَ إِلَى نِينَوَى مِنَ الْمَوْصَلِ فَكَذَّبُوهُ وَأَصَرُّوا عَلَيْهِ فَوَعَدَهُمْ بِالْعَذَابِ إِلَى ثَلَاثِينَ وَقِيلَ أَرْبَعِينَ۔ یونسؑ کو موصل سے نینوی بھیجا گیا۔ اہلِ نینوی نے اُن کی تکذیب کی اور اسپر اصرار کیا۔ تب یونسؑ نے ان سے تیس یا چالیس راتوں (علی اختلاف الروایۃ) میں عذاب آنے کا وعدہ کیا۔" (قنوی علی البیضاوی جلد ۴ ص۱۸۶)

(۳) وَكَانَ يُونُسُ قَالَ لَهُمْ إِنَّ أَجَلَكُمْ أَرْبَعُونَ لَيْلَةً۔ حضرت یونسؑ نے اُن سے کہا کہ تمہاری میعاد چالیس رات تک ہے۔" (تفسیر کبیر جلد ۵ ص۴۲)

(۴) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَغَيْرِهِ إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ يُونُسَ إِلَى أَهْلِ نِينَوَى وَهِيَ أَرْضُ الْمَوْصَلِ فَكَذَّبُوهُ فَوَعَدَهُمْ بِنُزُولِ الْعَذَابِ فِي وَقْتٍ مُعَيَّنٍ وَخَرَجَ عَنْهُمْ مُغَاضِباً۔ حضرت ابن مسعود وغیرہ سے روایت ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے علاقۂ موصل کے شہر نینوی کی طرف حضرت یونسؑ کو بھیجا۔ اہلِ قریہ نے اُنکو جھٹلایا۔ تب یونسؑ نے اُنہیں معین وقت میں نزولِ عذاب کا وعید کیا۔ اور ناراض ہو کر چلے گئے۔" (فتح الباری جلد ۶ ص۳۲۵)

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی پیشگوئی معین وقت کے لئے تھی اور پھر عذاب نہ آیا۔ پس معترض کا یہ خیال بھی باطل ہے کہ معین وقت والی پیشگوئی میں التواء نہیں ہوتا۔ پس صحیح معیار یہی ہے کہ توبہ اور رجوع سے معین عذاب بھی ٹل جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا ایک واقعہ یوں منقول ہے:۔

"إِنَّ قَصَّاراً مَرَّ عَلَى عِيسَى عليه السلام مَعَ جَمَاعَةٍ مِنَ الْحَوَارِيِّينَ فَقَالَ لَهُمْ عِيسَى أُحْضُرُوا جَنَازَةَ هٰذَا الرَّجُلِ وَقْتَ الظُّهْرِ فَلَمْ يَمُتْ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ فَقَالَ أَلَمْ تُخْبِرْنِي بِمَوْتِ هٰذَا الْقَصَّارِ فَقَالَ نَعَمْ وَلٰكِنْ تَصَدَّقَ بَعْدَ ذَالِكَ بِثَلَاثَةِ أَرْغِفَةٍ فَنَجَا مِنَ الْمَوْتِ۔"

کہ حضرت عیسیٰؑ اور حواریوں کی جماعت کے پاس سے ایک دھوبی گزرا حضرت مسیحؑ نے کہا کہ آج ظہر کے وقت اسکے جنازہ پر حاضر ہو جاؤ۔ لیکن وہ دھوبی نہ مرا۔ جب جبریلؑ آئے تو حضرت مسیحؑ نے پوچھا کہ کیا تُو نے مجھے اس دھوبی کی موت کی خبر نہ دی تھی۔ اُس نے کہا کہ خبر تو دی تھی لیکن اُس نے بعد ازاں تین روٹیاں صدقہ کر دیں اور موت سے نجات پا گیا۔" (روح البیان جلد ۱ ص ۲۵۱ مطبوعہ مصر)

ساتواں معیار بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس شخص کے حق میں پیشگوئی ہوتی ہے، اُس کے حق میں پوری نہیں ہوتی، بلکہ اُس کے بیٹے یا خلیفہ و جانشین کے ہاتھوں پوری ہوتی ہے۔ دراصل یہ بھی اس پیشگوئی کا پورا ہونا ہی ہوتا ہے۔

(الف) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اَلْبَارِحَۃَ اِذْ اُتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ حَتّٰی وُضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ قَالَ ابو ھریرۃ فَذَھَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَنْتُمْ تَنْتَثِلُوْنَھَا۔" (بخاری کتاب الرؤیا جلد ۴)

کہ مَیں سو رہا تھا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں، یہاں تک کہ وہ میرے ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول پاک تو تشریف لے گئے۔ اَب تم (اے صحابہ) ان خزانوں کو جمع کرتے ہو!"

(ب) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھے ان کو آپ نے خود پھونک مار کر اُڑا دیا۔ اور حضور نے اس سے دو کذاب مدعیانِ نبوت مراد لئے (بخاری کتاب الرؤیا) ان میں سے ایک مسیلمہ کذاب آپ کے پاس آیا۔ تو آپؐ نے اسے فرمایا:۔

"لَئِنْ اَدْبَرْتَ لَیَعْقِرَنَّکَ اللّٰہُ وَاِنِّیْ لَاَرَاکَ الَّذِیْ اُرِیْتُ فِیْکَ مَا اُرِیْتُ۔ الحدیث (مسلم باب رؤیا النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

کہ اگر تُو نے دینِ حق سے انحراف کیا تو اللہ تعالیٰ تجھ کو تباہ کرے گا۔ اور میرا خیال ہے کہ تُو وُہی ہے جس کے متعلق مَیں نے رؤیا دیکھی ہے۔"

پھر سونے کے کنگنوں کی رؤیا روایت میں درج ہے۔ گویا مسیلمہ کی ہلاکت اس رؤیا کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہونی چاہیئے تھی لیکن وہ خلافتِ صدیقیہ میں ہلاک ہُوا۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ :۔

"پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کا اثر مسیلمہ پر یہ ہُوا تھا کہ آپ کے بعد مَرا۔ مگر آخر کار چُونکہ بے نَیلِ مرام مَرا۔ اس لئے دُعا کی صحت میں شک نہیں۔" (رسالہ مرقع قادیانی ماہ اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

(ج) تاریخ الخمیس میں لکھا ہے :۔

"وَقَالَ السُّهَيْلُ قَالَ اَهْلُ التَّعْبِيْرِ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ اَسِيْدَ بْنَ اَبِي الْعَيْصِ وَالِيًا عَلٰى مَكَّةَ مُسْلِمًا فَمَاتَ عَلَى الْكُفْرِ وَكَانَتِ الرُّؤْيَا لِوَلَدِهٖ عَتَّابٍ اَسْلَمَ۔" (جلد ۲ صفحہ ۱۱۱)

سہیل کہتے ہیں کہ اہلِ تعبیر نے کہا ہے کہ آنحضرتؐ نے اسید کو مکّہ کا والی اُسکے مسلمان ہونے کی حالت میں دیکھا تھا لیکن وہ کُفر ہی کی حالت میں مَر گیا۔ اور یہ رؤیا اُسکے بیٹے عتاب کے حق میں پُوری ہوئی جو اسلام لایا۔"

ان واقعات اور ایسا ہی ابوجہل کے ہاتھ میں جنّت کا انگوری خوشہ دیکھنے سے اسکے بیٹے عکرمہ کا اسلام لانا مراد ہونے سے واضح ہے کہ بعض دفعہ پیشگوئیوں میں ذکر کردہ شخص سے مُراد اس کا بیٹا یا جانشین بھی ہوتا ہے۔ وَھُوَ المُراد۔

آٹھواں معیار

نبی کی ساری پیشگوئیوں کا اس کی زندگی میں پُورا ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ (المؤمن ع ۸) کہ اے نبی ہو سکتا ہے کہ ہم ان وعدوں کو جو ان کفار سے کئے جا رہے ہیں تیری زندگی میں پُورا کر دیں۔ یا پھر تجھے وفات دے دیں۔ اور بعد ازاں ان بعض کو پُورا کریں۔

نواں معیار

بعض دفعہ ایسا ہو جاتا ہے کہ پیشگوئی کے وقتِ ظہور یا اسکے مصداق اشخاص کے سمجھنے کے متعلق غلطی ہو جاتی ہے، یا خدا تعالیٰ کا وعدہ کسی شرط کی وجہ سے ایک قوم کی بجائے دُوسری کے حق میں پُورا ہوتا ہے۔ رسول

مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ والی رؤیا کو حدیبیہ والے سال کے لئے اندازہ فرمایا۔ اور قریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کو ساتھ لے کر حضور حج کی نیت سے چل کھڑے ہوئے۔ لیکن علم الٰہی میں اسکے پورا ہونے کا وقت آئندہ سال تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی موجود الوقت نسل کو لیکر فتح کنعان کیلئے روانہ ہوتے ہیں اور بار بار اُن کو اُدْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ سُناتے ہیں یعنی یہ زمین اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے لکھ دی ہے، تم اسمیں داخل ہوجاؤ۔ (المائدۃ ع۴) مگر واقعات نے بتایا کہ کنعان کی فتح کا وعدہ دُوسری نسل کیلئے تھا۔ چنانچہ وُہ نسل اسی جنگل میں بھٹک کر مرگئی۔ اور دُوسری نسل نے اس ملک کو فتح کیا اور اُن کے ذریعہ سے وعدہ پورا ہوا۔

دسواں معیار بعض دفعہ پیشگوئی کو کلیۃً بھی منسوخ کردیا جاتا ہے جیسا کہ آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا (البقرۃ ع۱۳) کا ایک مفاد یہ بھی ہے۔ اور آیت وَاِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مُفْتَرٍ (النحل ع۱۴) نیز وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (یوسف ع۳) بھی اس مفہوم کی مؤید ہیں۔

پیشگوئیوں کے متعلق معیار اور اصول تو بہت ہیں۔ لیکن اس جگہ اختصار کی خاطر اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور اب معترض پٹیالوی کی پیش کردہ پیشگوئیوں پر اس کے اعتراضات کے جواب لکھتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

آتھم والی پیشگوئی پہلے نمبر پر معترض پٹیالوی نے آتھم والی پیشگوئی کا ذکر کیا ہے۔ لکھتا ہے:۔

"مسٹر عبداللہ آتھم عیسائی سے جون ۱۸۹۳ء میں مباحثہ ہونے کے بعد آپ نے ایک کتاب بنام جنگ مقدس لکھی تھی" (عشرہ صفحہ ۱۵۱)

ناظرین! جس شخص کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ جنگ مقدس کیا چیز ہے کیا وہ بھی حق رکھتا ہے کہ اس کے حوالہ سے کوئی اعتراض کرے؟ جنگ مقدس حضرت نے مباحثہ کے بعد نہیں لکھی بلکہ جنگ مقدس وُہ رسالہ ہے جسمیں فریقین، حضرت اقدس اور پادری

آتھم کے پرچہ جاتِ مباحثہ بالمقابل درج کئے گئے ہیں۔ درحقیقت معترض نے کسی سے سُن کر یہ لکھ دیا ہے۔ اسے "نقل را عقل باید" کا مقولہ یاد رکھنا چاہیئے۔

پھر معترض نے پیشگوئی کو اِن الفاظ میں نقل کیا ہے:۔

"اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وُہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنے فی دن ایک مہینہ لے کر یعنے ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ اور اُس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔" (عشرہ صفحہ ۱۵۱)

پھر ہاویہ کی تشریح کیلئے حضرت اقدس کے حسب ذیل الفاظ پیش کئے ہیں:۔

"وہ فریق جو خدا تعالےٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے۔ وُہ پندرہ ماہ کے اندر آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو مَیں ہر ایک سزا کے اُٹھانے کیلئے تیار ہوں" (عشرہ صفحہ ۱۵۱)

آخر پر اپنے الفاظ میں خلاصہ یوں درج کیا ہے:۔

"مطلب صاف ہے کہ اگر آتھم رجوع الی الحق نہ کریگا تو بسزائے موت پندرہ ماہ کے اندر ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ یعنی مَر جائے گا۔ اور اگر رجوع الی الحق کر لے گا۔ یعنے عیسائیت پر قائم نہ رہے گا۔ اور اس کے افعال و اقوال سے رجوع الی الحق ثابت ہوگا۔ تو اِس سزا سے بچ رہے گا۔" (عشرہ صفحہ ۱۵۲)

گویا معترض بھی تسلیم کرتا ہے کہ یہ پیشگوئی شرطی تھی اور رجوع الی الحق کی صورت میں اس کی موت کا ملتوی ہو جانا خود پیشگوئی کا حصّہ تھا۔ اب معترض بٹیالوی کا ایک اور اقرار بھی پڑھ لیجئے۔ لکھتا ہے کہ:۔

"جب آتھم میعاد کے اندر فوت نہ ہُوا۔ تو مرزا صاحب نے جھٹ اشتہار دے دیا کہ اُس نے دِل میں رجوع الی الحق کر لیا تھا اسلئے مَوت سے بچ گیا۔ اِس مضمون کو انہوں نے بیسیوں کتابوں اور

رسالوں میں لکھا ہے۔" (عشرہ ص۱۵۲)

پھر لکھتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے "ایک اشتہار دے دیا کہ مسٹر آتھم اگر قسم کھاویں کہ انہوں نے رجوع الی الحق نہیں کیا تو دو ہزار پھر لکھا کہ چار ہزار روپیہ انعام لیں۔" (عشرہ ص۱۵۳)

گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ دعویٰ ہے کہ آتھم نے رجوع الی الحق کیا ہے۔ اگر یہ بات غلط ہے اور فی الواقع وہ عیسائیت پر پورے دل سے قائم رہا ہے۔ تو وہ اس کے متعلق حلفیہ شہادت دے اور انعام لے۔ اگر بعد ازاں جلد آسمانی عذاب سے تباہ نہ ہو تو تم مجھے کذّاب سمجھو۔ مگر آتھم اِس قدر سراسیمہ ہو چکا تھا کہ اُس نے اِس طرف کا رُخ بھی نہ کیا اور صاف انکار کر دیا۔ ہاں اُس نے جو اقرار کیا، وُہ یہ تھا کہ مرزا صاحب نے نیزوں اور تلواروں سے مسلح آدمی میرے قتل کے لئے بھیجے، سدھائے ہوئے سانپ شہر بہ شہر میرے پیچھے بھاگتے پھرے۔ چنانچہ وُہ امرتسر کو چھوڑ لُدھیانہ، اور پھر وہاں سے فیروز پور چلا گیا۔ تاکہ کسی طرح اُسے اِس عذاب سے نجات ملے۔ مگر کہاں؟ وہاں بھی اس کو وُہی نظارے نظر آتے تھے اور ایک غیر معمولی ہیبت اُس کے قلب پر طاری ہو گئی۔ اور اُس نے رجوع الی الحق کر لیا۔ تب وُہ اس عرصہ میں ہلاکت سے بچ رہا۔ لیکن بعد مُدّت وُہ اس رجوع پر قائم نہ رہا۔ بلکہ جیسا کہ معترض پٹیالوی نے لکھا ہے کہ:۔

"آتھم رجوع سے بالکل انکاری تھا۔" (عشرہ ص۱۵۴)

آتھم نے انکار کیا، اور اپنے خوفزدہ ہونے کی وجہ ان حملوں کو قرار دیا۔ اسکے جواب میں رجوع الی الحق کی قلبی کیفیت کے ثابت کرنے کے لئے حضرت اقدسؑ نے دو طور سے اس پر اتمام حجت کی۔ اوّل اس طرح کہ آپ نے اُسے کہا کہ تم (آتھم) اس تخویف اور ان حملوں کے بارہ میں مجھ پر نالش کرو۔ دوم یہ کہ تم قسم کھاؤ کہ تم نے رجوع الی الحق نہیں کیا۔ جب وہ ان دونوں طریق سے فیصلہ کیلئے تیار نہ ہوا۔ اور نہ ہی اُس نے اپنے رجوع الی الحق کا کھلا کھلا اعتراف کیا۔ تو حضرت نے اس کے متعلق اللہ تعالےٰ سے خبر پا کر شائع فرمایا۔

(الف) "ضرور تھا کہ وُہ کامل عذاب اُس وقت تک تھما رہے جبتک کہ وُہ (آتھم) بیباکی اور شوخی سے اپنے ہاتھ سے اپنے لئے ہلاکت

کے اسباب پیدا کرے۔" (انوار الاسلام ص۲)

(ب) "وہ بڑا مادہ جو موت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس میں کسی قدر مُہلت دی گئی ہے" (انوار الاسلام ص۶)

(ج) "اور یاد رہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم میں کامل عذاب (موت) کی بنیادی اینٹ رکھ دی گئی ہے۔ اور وہ عنقریب بعض تحریکات سے ظہور میں آجائیگی۔ خدا تعالیٰ کے تمام کام اعتدال اور رحم سے ہیں اور کینہ در انسان کی طرح خواہ نخواہ جلد باز نہیں" (انوار الاسلام ص۱۰)

(د) "اس ہماری تحریر سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ جو ہونا تھا، وہ سب ہوچکا اور آگے کچھ نہیں۔ کیونکہ آئندہ کے لئے الہام میں یہ بشارتیں ہیں۔ نُمَزِّقُ الْاَعْدَاءَ کُلَّ مُمَزَّقٍ ہم دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے۔ یعنی اپنی حجت کامل طور پر اُن پر پوری کردیں گے۔" (انوار الاسلام ص۱۵)

(ذ) "اب اگر آتھم صاحب قسم کھالیویں تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے۔ جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیر مبرم ہے۔ اور اگر قسم نہ کھاویں تو پھر بھی خدا تعالیٰ ایسے مُجرم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا جس نے حق کا اخفا کرکے دُنیا کو دھوکہ دینا چاہا۔ اور وُہ دِن نزدیک ہیں، دُور نہیں" (اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ ص۱۱)

(س) "یہ کنارہ کشی (یعنی آتھم کا قسم سے انکار کرنا) بے سود ہے کیونکہ خدا تعالیٰ مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑتا۔ نادان پادریوں کی تمام بادہ گوئی آتھم کی گردن پر ہے۔ اگرچہ آتھم نے نالش اور قسم سے پہلو تہی کرکے اپنے اس طریق سے صاف بتلادیا ہے کہ ضرور اُس نے رجوع بحق کیا اور تین حملوں کے طرزِ وقوع سے بھی (جن کا وُہ مدعی تھا۔ ناقل) بتلادیا کہ وُہ حملے انسانی حملے نہیں تھے۔ مگر

پھر بھی آتھم اس جرم سے بری نہیں کہ اُس نے حق کو علانیہ طور پہ زبان سے ظاہر نہیں کیا۔" (رسالہ ضیاء الحق مطبوعہ مئی ۱۸۹۵ء ص ۱۵-۱۶)

چنانچہ ان پیشگوئیوں کے مطابق مسٹر آتھم ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو فیروزپور میں لقمۂ اجل ہو گئے۔

اتنی واضح پیشگوئی اور اس صفائی سے پوری ہو۔ لیکن پھر بھی معاندین اعتراض ہی کرتے جاتے ہیں۔ افسوس صد افسوس۔ حضرت نے خوب فرمایا ؎

بدگمانی نے تمہیں مجنون و اندھا کر دیا
ورنہ تھے میری صداقت پر براہین بیشمار

رجوع الی الحق

ظاہر ہے کہ رجوع کا تعلق قلب کے ساتھ ہے۔ اور دراصل رجوع دل کا ہی ہوتا ہے۔ زبان کا رجوع حقیقی رجوع نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ جب محض زبان کا رجوع عذاب کی تاخیر کا موجب ہو سکتا ہے جیسا کہ پانچویں معیار کے ضمن میں اُوپر مذکور ہو چکا ہے۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ قلبی رجوع سے تاخیرِ عذاب نہ ہو۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ قلبی طور پر آتھم کے رجوع کا کیا ثبوت ہے؟ سو یاد رہے کہ اوّلاً اس تمام عرصہ میں اس کا اسلام کی مخالفت، بانیٔ اسلام کے خلاف دریدہ دہنی اور عیسائیت کی غالیانہ حمایت سے اجتناب اسکے قلبی رجوع کا زبردست ثبوت ہے۔ دوم اس کا امرتسر، لدھیانہ، فیروزپور میں تین حملوں کا اقرار خود اُس کے قلبی خوف کا شاہد ہے۔ سوم اُس کا نالش سے انکار اُسکے قلبی رجوع کا زبردست ثبوت ہے۔ چہارم اُس کا حلف سے انحراف بھی اس دعویٰ کی کھلی تصدیق ہے۔ پنجم پھر اس کا اُس اخفاء کے بعد حضرت کی پیشگوئی کے مطابق بہت جلد مر جانا بھی آسمانی شہادت ہے کہ اُس نے یقیناً رجوع کیا تھا جس کو چھپانے کے باعث جلد مر گیا۔ ششم میدانِ مناظرہ امرتسر میں پیشگوئی سُنتے ہی اُس کا مرعوب ہو کر انکار کرنا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) دجال نہیں لکھا، حالانکہ وہ اندرونہ بائیبل میں ایسا لکھ چکا تھا، پیشگوئی کی عظیم الشان ہیبت کا ثبوت ہے۔

ان قرائن ستہ سے عیاں ہے کہ آتھم نے یقیناً رجوع الی الحق کیا تھا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے کہ :-

(۱) "ہم مانتے ہیں کہ آتھم کو موت کا اندیشہ ہوا ہو گا اور یقیناً ہوا ہو گا۔ اور اس خوف سے اس نے ہر ایک تدبیر سے کام لیا۔" (رسالہ الہامات مرزا صلا)

(۲) "آتھم نے رجوع کیا۔ جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے اور بقول مرزا صاحب اس کے رجوع بحق ہونے کے معنے یہ ہیں کہ اس کے دل پر خوف غالب ہوا جس کی وجہ سے وہ بھاگا پھرا۔" (رسالہ الہامات مرزا ص۲۲)

گویا امرتسری معاند کو بھی مسلّم ہے کہ آتھم کو یقیناً موت کا اندیشہ ہوا۔ نیز یہ کہ اس کا رجوع ایک مشہور امر ہے۔ ہاں اسے اور معترض پٹیالوی کو اگر انکار ہے تو زبانی رجوع سے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ "آتھم علی الاعلان اس حق کی طرف رجوع کرتا جس کے لئے مرزا صاحب کا اس سے مناظرہ ہوا تھا۔" (رسالہ الہامات مرزا ص۲۶)

پھر "رجوع بھی محسوس نہیں ہوا اور آتھم موت سے بچ بھی رہا۔" (" صلا)

اب سوال یہ ہے کہ کیا جماعت احمدیہ نے آتھم کے "علی الاعلان رجوع" کا دعویٰ کیا۔ یا اس کے رجوع کو ظاہری و زبانی قرار دیا تھا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ الہام کی بناء پر اُس کے قلبی رجوع کا دعویٰ کیا گیا تھا اور اسی کا ثبوت دیا گیا تھا۔ آتھم کے عمل اور اللہ تعالیٰ کے فعل نے اس پر مُہرِ تصدیق ثبت کر دی تھی۔ اس کا علی الاعلان رجوع نہ کرنا، بلکہ قلبی رجوع کا بھی بعد اختتامِ مدت انکار کر دینا ہی تو اسکی جلد موت کا موجب ہوا تھا۔ کما مرّ۔

مطالبہ حلف کا معاملہ

بائیبل کی تعلیم کے مطابق حضرت اقدس نے آتھم سے قسم کا مطالبہ کیا۔ کیونکہ وہاں لکھا ہے کہ ہر معاملہ کا آخری فیصلہ قسم سے ہونا چاہیئے۔ نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جو قسم سے انکار کرتا ہے وہ نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ (یرمیاہ ۱۲/ ۱۶-۱۷) پھر خود خدا کی قسم، پولوس کی قسم، نبیوں کی قسمیں، اور حواریوں کی قسموں کو یاد دلا کر اُسے کہا گیا تھا کہ قسم کھائے مگر درحقیقت آتھم مر چکا تھا اسلیئے اُس نے قسم نہ کھائی، اور نہ میدانِ مقابلہ میں آیا۔

دوسرے یاوہ گو پادری ہنری مارٹن وغیرہ نے اشتہارات میں ژاژ خائی کی۔[1] ہاں پادریوں کے خیراتی وکیل دشمنانِ اسلام مولوی صاحبان نے اُن کا حقِ نمک خوب ادا کیا اور کہا کہ اُس سے مطالبہ حلف درست نہیں۔ معترض پٹیالوی بھی لکھتا ہے کہ آتھم نے کہا تھا کہ میں "عدالت میں حلف کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ مرزا صاحب مجھ پر دعویٰ کریں۔" (عشرہ ص۱۵۴) کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ حملے آتھم پر ہوں، سانپ اُس پر چھوڑے جائیں، اور دعویٰ حضرت مرزا صاحب کریں۔ کیا دجالیت کسی اور چیز کا نام ہے؟ مولوی ثناء اللہ نے اس کا غیر مسلم ہونا بتا کر ہی اس کو قسم سے بری کر دیا۔ کیا عجیب انداز میں لکھتے ہیں :۔

"مرزا جی کو آتھم پر قسم دینے کا حق ہی کیا تھا۔ کوئی آیت یا حدیث اس بارے میں ہے کہ کوئی کافر اگر اپنے نفس پر التزام کفر کرے اور اسلام سے انکاری ہو تو اس کو قسم دینی چاہیئے۔" (رسالہ الہامات مرزا ص۱۶)

گویا آیت و حدیث آتھم پر حجت تھی؟ صاف بات تھی کہ آتھم ایک گواہی کے اخفاء کا مرتکب ہو رہا تھا اُس کو اس کے متعلق حلف دی گئی تھی۔ اور حلف شرعاً اسی غرض سے جاری ہے تا کاذب کو مؤاخذہ خداوندی میں لایا جاوے۔ خیر ان مولویوں نے اپنا حق ادا کر دیا۔ مولوی ثناء اللہ نے لکھا ہے :۔

"ہمارے نزدیک اصل بات یہ ہے کہ مرزا جی کی ایک سالہ پیشگوئی کی تہ سے جو قسم کھانے پر اس کے پیچھے لعنت کے طوق کی طرح ڈال کر لوگوں کی توجہ کامل ایک سال تک پھیرنی چاہتے تھے۔ وہ اس سے بچتا تھا۔ وہ بھی آخر ڈپٹی رہ چکا تھا۔ ...... اگر مرزا جی صرف قسم کی بابت اُسے کہتے تو شاید انجیل متی باب۵ کی کوئی تاویل سوچ کر وہ قسم کھا جاتا۔" (رسالہ الہامات ص۲۷)

---

[1] دیکھو رسالہ الہامات ص۱۶۔ یہی وہ اشتہار ہے جس کو معترض پٹیالوی نے آتھم سے منسوب کر کے عیسائیت میں جواز قسم کو جواز خنزیر کی مثال بتایا ہے۔ (ابوالعطاء)

معاملہ صاف ہوگیا کہ درحقیقت آتھم قسم کو ناجائز سمجھ کر انکار نہ کرتا تھا۔ بلکہ "لعنت کے طوق" سے ڈرتا تھا۔ اور اُس کے باقی عذرات کہ ہمارے مذہب میں قسم جائز نہیں، عدالت میں تم دعویٰ کرو، وغیرہ وغیرہ۔ پرپشّہ کے برابر وقعت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن جانتے ہو کہ جس لعنت کے طوق سے آتھم ڈرتا تھا۔ وہ ایک سال (بعد از قسم) کے بجائے آخری اشتہار سے سات ماہ کے اندر ہی اُس کے گلے کا ہار بن گیا۔ اور خدا کے مسیحا کی بات روز روشن کی طرح پوری ہوگئی۔ الحمدللہ۔

"زبردست اعتراض" یعنے رجوع اور ہاویہ؟

معترض پٹیالوی نے ایک دُوسرے مُنکر کی کتاب **النجم الثاقب** صـ۲۳ کے حوالہ سے اعتراض کیا ہے۔ اور اس کو "زبردست اعتراض" ٹھہرا کر جواب کا مطالبہ کیا ہے۔ اعتراض کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

> "مضمون صاف ہے کہ اگر آتھم رُجوع الی الحق نہ کرے تو ہاویہ میں گرایا جاویگا۔ یعنے اگر رجوع کرے گا تو ہاویہ کی سزا سے بچ جائے گا۔ رجوع الی الحق اور سزائے ہاویہ ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے آتھم کے بھاگے پھرنے اور سراسیمہ ہونے کا نام رجوع الی الحق بھی رکھا ہے اور ہاویہ میں گرنا بھی۔ اب سوال یہ ہے کہ رجوع اور ہاویہ کا جمع ہونا تو الہام کی رُو سے ناممکن ہے۔ بیچارہ آتھم اگر رجوع کرچکا تو پھر ہاویہ اس پر کہاں سے آگیا؟ یا تو رجوع ہی کرتا یا ہاویہ میں گرتا؟" (عشرہ صـ۱۵۳)

الجواب الاوّل:۔ معترض نے رجوع اور ہاویہ کو از رُوئے الہام دُو نہ جمع ہوسکنے والی چیزیں بتایا ہے۔ ہم اس حصّہ میں معترض کی ضرور تصدیق کرتے بشرطیکہ وہ دیانتداری سے کام لیتا۔ یہ درست ہے کہ پیشگوئی کے لفظ ہاویہ اور رجوع حضرت کی تشریح کے مطابق ممتنع الاجتماع ہیں۔ مگر سوال تو یہ ہو کہ اس جگہ

ہاویہ سے کیا مراد ہے؟ حضرت کی طرف سے جو تشریح جنگ مقدس کے آخری صفحات میں مندرج ہے وُہ کیا ہے؟ سو یاد رہے کہ اِس جگہ ہاویہ کے معنے موت کئے گئے ہیں۔ معترض پٹیالوی نے جنگ مقدس صفحہ ۱۸۹ کا حوالہ یُوں نقل کیا ہے کہ:۔

"وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھُوٹ پر ہے، وہ پندرہ ماہ کے اندر آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اُٹھانے کے لئے تیار ہوں" (عشرہ صفحہ ۱۵۱ نیز الہامات صفحہ ۵)

گویا اصل الفاظ میں جس ہاویہ کا ذکر ہے وُہ سزائے موت کا دُوسرا نام ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ یہ ہاویہ رجوع کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہُوا۔ آتھم کا رجوع ثابت ہو گیا اور وُہ اس ہاویہ (موت) میں اس مدت میں نہ گرا۔ فلا تعارض بینھما۔

الجواب الثانی:۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارتوں میں اس اشکال کا جواب بصراحت موجود ہے۔ چنانچہ انوار الاسلام کے جو حوالجات اس باب میں مولوی ثناء اللہ امرتسری نے نقل کئے ہیں۔ ان میں بھی لکھا ہے۔

(الف) "اگر تم ایک طرف ہماری پیشگوئی کے الہامی الفاظ پڑھو اور ایک طرف اُس کے مصائب کو جانچو جو اُس پر وارد ہوئے۔ تو تمہیں کچھ بھی اس بات میں شک نہیں رہے گا کہ وہ بیشک ہاویہ میں گرا، ضرور گرا۔ اور اُسکے دِل پر وُہ رنج اور غم اور بدحواسی وارد ہُوئی جس کو ہم آگ کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اعلیٰ نتیجہ ہاویہ کا جو ہم نے سمجھا اور ہماری تشریحی عبارات میں درج ہے یعنی موت وہ ابھی تک حقیقی طور پر وارد نہیں ہوئی"۔

(ب) "جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اُس کے دامنگیر ہو گیا، اور ہول اور خوف نے اُس کے دِل کو پکڑ لیا یہی اصل ہاویہ تھا۔ اور سزائے موت اسکے کمال کیلئے ہے" (الہامات صفحہ ۲۲ و ۲۳)

گویا ہاویہ میں پڑنے کے دو نتیجے ہیں۔ ادنیٰ نتیجہ مسلسل گھبراہٹ اور سراسیمگی۔ اعلیٰ نتیجہ موت۔ اگر وہ کامل رجوع کرتا، تو ہر دو قسم کے ہاویہ سے محفوظ رہتا۔ لیکن چونکہ اُس نے صرف ناقص رجوع کیا۔ اس لئے وہ ہاویہ کے انتہائی نتیجہ سے تو بچ رہا لیکن ادنیٰ نتیجہ سے محفوظ نہ رہ سکا۔ **الغرض** جب ہاویہ دو سزاؤں پر مشتمل ہے اور جو سزا رجوع کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی اس کی تشریح موت کے لفظ سے کر دیگئی تھی۔ تو اب اس اعتراض کے معنے ہی کیا ہوئے۔ اور پھر اسکو زبردست اعتراض کہنا تو اور بھی غلطی ہے۔

الجواب الثالث:۔ فرض کرلو کہ ہاویہ سے مُراد جنگ مقدس میں بھی محض ہم وغم اور گھبراہٹ ہے جس میں آتھم پڑا رہا۔ اس کا دُوسرا کوئی اثر مقدر نہ تھا، پھر بھی یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ اندریں صورت لفظ رجوع سے مراد کامل رجوع ہوگا یعنے آتھم علی الاعلان رجوع کرتا، اور اسلام کو قبول کرتا، تو اس صورت میں وہ اس ہاویہ سے بچایا جاتا۔ ہاویہ سے مُراد صرف غم وہم ہے۔ مگر رجوع سے مُراد "محسوس رجوع" ہے۔ اب چونکہ آتھم نے کامل رجوع نہ کیا۔ اس لئے اس ہاویہ میں گرا۔ بہرحال کوئی تناقض نہیں۔

الجواب الرابع:۔ رجوع الی الحق ایک ایسا لفظ ہے جس کے متعدد اور متفاوت المراتب مدارج ہیں۔ الحق سے مُراد اسلام ہے اور رجوع الی الحق کے معنے بقول منشی محمد یعقوب صاحب "عیسائیت پر قائم نہ رہنا" ہیں۔ اب عیسائیت پر قائم نہ رہنے یا اسلام کیطرف توجہ کرنے کی مختلف صورتیں ہیں (۱) قلبی۔ جیسا کہ یَکْتُمُ اِیْمَانَهٗ (المؤمن ع) سے مستنبط ہے۔ (۲) ظاہری۔ جیسا کہ بعض منافق اسلام کا اظہار کرتے ہیں مگر اندر سے عیسائی وغیرہ ہی ہوتے ہیں۔ آیت قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ (المنافقون) اسپر گواہ ہے۔ (۳) حقیقی۔ جیسا کہ سچ مچ کے مؤمن ہوا کرتے ہیں۔ اُن کا دل اور زبان، قلب اور جوارح یکساں شہادتِ ایمانی دیتے ہیں۔ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اسی پر دال ہے۔

آتھم نے ان اقسام میں سے صرف اوّل الذکر صورت والا رجوع کیا تھا۔ چونکہ اس کا

رجوع ناقص تھا۔ اسلئے جسقدر وہ اسلام کی طرف لوٹا یا جسقدر اُس نے عیسائیت سے بداعتقادی اختیار کی، اسی قدر اس کو ہاویہ سے بچایا گیا۔ فلا اشکال فیہ۔

ان جوابات کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ رجوع الی الحق اور ہاویہ ہر دو کی دو دو حیثیتیں ہیں۔ جس حیثیت سے ان کا اجتماع محال بتایا گیا ہے۔ اس حیثیت سے اجتماع نہیں ہوا۔ اور جس حیثیت سے ان کا اجتماع واقع ہوا ہے۔ وہ ان کے ناممکن الاجتماع ہونے والی حیثیت سے الگ ہے۔ سچ ہے۔ لولا الحیثیات لبطلت الحکمۃ۔ کیا پٹیالوی صاحب یا اُن کے ہمنوا ان جوابات پر دیانت و امانت کے ساتھ غور کریں گے۔ اور آتھم والی پیشگوئی پر جو اسلام و احمدیت کی صداقت کا زبردست ثبوت ہے ایمان لائیں گے؟ کشتی نوح کے فقرہ "ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مریگا" پر اعتراض کا جواب فصل پنجم میں گزر چکا ہے۔

محمدی بیگم والی پیشگوئی

معترض پٹیالوی نے اس فصل کے نمبر ۱-۲-۳-۴ میں مختلف عنوانات سے محمدی بیگم والی پیشگوئی کو ذکر کیا ہے، اور پھر اسی پیشگوئی کے متعلق عشرہ کاملہ کے متعدد مقامات کے علاوہ ایک علیحدہ کتاب بنام "تحقیق لاثانی" بھی شائع کی ہے۔ اس ثانی الذکر کتاب میں انہی حوالجات کو بار بار ذکر کرکے اور سخت زبانی اختیار کرکے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا ہے۔ مَیں نے اس کے اعتراضات کو بار بار اور مخلی بالطبع ہوکر پڑھا کہ ان میں کونسی ایسی بات ہے جسپر مکذب پٹیالوی کو ناز ہوسکتا ہے۔ لیکن اسکی یہ طویل عبارتیں محض "کوہ کندن وکاہ برآوردن" کا مصداق ثابت ہوئیں۔ ہم اس پیشگوئی کے متعلق بعض اعتراضات کے جواب فصل ہشتم و نہم وغیرہ میں بھی درج کرچکے ہیں۔ اس جگہ نفس پیشگوئی کے متعلق قدرے تفصیل سے بحث کرنی مطلوب ہے۔

معترض نے ان ہر سہ نمبروں میں حضرت کے حوالجات سے لکھا ہے۔ کہ اگر یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی تو میں ایسا ایسا ہونگا۔ اور پھر خود ہی لکھ دیا ہے کہ پیشگوئی پوری نہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی پیشگوئی

ایسی نہیں جو پُوری نہ ہوئی ہو۔ اور ان پُوری ہونے والی پیشگوئیوں میں سے ایک جلیل القدر اور عظیم الشان پیشگوئی درباره مرزا احمد بیگ وغیرہ ہے۔ پس یہ پیشگوئی پُوری ہوئی اور نہایت آب و تاب سے پُوری ہوئی، مگر اس کا کیا علاج کہ منکرین ہمیشہ سے آنکھیں بند کرکے کہتے رہے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ اس رسول کی کوئی پیشگوئی پُوری نہیں ہوئی۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں فرمایا ہے:۔

"میری کسی پیشگوئی کے خلاف ہونے کی نسبت کس قدر جھوٹ بولتے ہیں۔ حالانکہ ایک بھی پیشگوئی جھوٹی نہیں نکلی بلکہ تمام پیشگوئیاں صفائی سے پُوری ہوگئیں۔ شرطی پیشگوئیاں شرط کے موافق پُوری ہوئیں اور ہونگی۔ اور جو پیشگوئیاں بغیر شرط کے تھیں جیسا کہ لیکھرام کی نسبت پیشگوئی، وُہ اسی طرح پُوری ہوگئیں۔ یہ تو میری پیشگوئیوں کی واقعی حقیقت ہے۔" (اعجاز احمدی ص۵)

ہم اسی یقین و بصیرت پر قائم ہیں، اور علی وجہ التحقیق قائم ہیں۔ پس عشرہ میں مندرجہ ہر سہ نمبر کے اعتراضات باطل اور بے بنیاد ہیں۔

پیشگوئی کے الفاظ

اس پیشگوئی پر تفصیلی نظر ڈالنے سے پیشتر حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات اور حضور کی عبارات کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

(الف) "ہمیں اس رشتہ کی درخواست کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ سب ضرورتوں کو خدا نے پُورا کر دیا تھا۔ اولاد بھی عطا کی، اور ان میں سے وُہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا۔ بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مُدت تک وعدہ دیا۔ جس کا نام محمود احمد ہوگا اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔ پس یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے تا خدا تعالیٰ اس کنبہ کے منکرین کو اعجوبہ قدرت دکھلاوے۔ اگر وہ قبول کریں تو برکت اور

رحمت کے نشان ان پر نازل کرے اور ان بلاؤں کو دفع کر دیوے جو نزدیک چلی آتی ہیں۔ لیکن اگر وہ رد کریں تو ان پر قہری نشان نازل کر کے ان کو متنبہ کرے۔" (اشتہار ۱۵ر جولائی ۱۸۸۸ء و تحقیق لاثانی ص۲۵)

(ب) "عربی الہام اس بارے میں یہ ہے۔ کَذَّبُوا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا بِھَا یَسْتَھْزِءُوْنَ فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَیَرُدُّھَا اِلَیْکَ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔ اَنْتَ مَعِیْ وَاَنَا مَعَکَ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔" (اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء)

(ج) "خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ظاہر کی ہے، کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام ہے، اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دیگا، تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائیگا۔ اور وہ جو نکاح کرے گا وہ روز نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں فوت ہوگا۔ اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی۔"
(حاشیہ اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء مطبوعہ بار دوم ریاض ہند پریس)

(د) "رَأَیْتُ ھٰذِہِ الْمَرْأَۃَ وَاَثَرُ الْبُکَاءِ عَلٰی وَجْھِھَا فَقُلْتُ اَیَّتُھَا الْمَرْأَۃُ تُوْبِیْ تُوْبِیْ فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰی عَقِبِکِ وَالْمُصِیْبَۃُ نَازِلَۃٌ عَلَیْکِ یَمُوْتُ وَیَبْقٰی مِنْہُ کِلَابٌ مُّتَعَدِّدَۃٌ۔" (تتمہ اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء حاشیہ)

ترجمہ۔ مَیں نے اس عورت (محمدی بیگم کی نانی) کو رؤیا میں دیکھا اور رونے کے آثار اُسکے چہرہ پر تھے۔ مَیں نے کہا اے عورت توبہ کر توبہ کر ورنہ بلا تیری اولاد پر پڑے گی۔ اور ایک عظیم مصیبت تجھ پر نازل ہوگی۔ ایک شخص مر جائیگا۔ اور اس کی طرف سے بہت سے کُتّے باقی رہ جائیں گے۔"

(ذ) "قَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ رَأَیْتُ عِصْیَانَھُمْ وَطُغْیَانَھُمْ فَسَوْفَ اَضْرِبُھُمْ

بِاَنْوَاعِ الْاٰفَاتِ اُبِیْدُهُمْ مِنْ تَحْتِ السَّمٰوٰاتِ وَ سَتَنْظُرُ مَا اَفْعَلُ بِہِمْ وَکُنَّا عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَادِرِیْنَ۔ اِنِّیْ اَجْعَلُ نِسَاءَ هُمْ اَرَامِلَ وَ اَبْنَاءَ هُمْ یَتَامٰی وَ بُیُوْتَهُمْ خَرِبَةً لِیَذُوْقُوْا طَعْمَ مَا قَالُوْا وَمَا کَسَبُوْا وَلٰکِنْ لَا اُهْلِکُهُمْ دَفْعَةً وَاحِدَةً بَلْ قَلِیْلًا قَلِیْلًا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ وَ یَکُوْنُوْنَ مِنَ التَّوَّابِیْنَ اِنَّ لَعْنَتِیْ نَازِلَةٌ عَلَیْهِمْ وَعَلٰی جُدْرَانِ بُیُوْتِهِمْ وَعَلٰی صَغِیْرِهِمْ وَکَبِیْرِهِمْ وَنِسَاءِ هِمْ وَرِجَالِهِمْ وَنَزِیْلِهِمْ الَّذِیْ دَخَلَ اَبْوَابَهُمْ وَکُلُّهُمْ کَانُوْا مَلْعُوْنِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ وَقَطَعُوْا تَعَلُّقَهُمْ مِنْهُمْ وَبَعُدُوْا مِنْ مَجَالِسِهِمْ فَاُولٰئِکَ مِنَ الْمَرْحُوْمِیْنَ۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۹)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مَیں نے ان لوگوں (احمد بیگ اور اس کے متعلّقین) کی نافرمانی اور سرکشی کو دیکھا۔ مَیں عنقریب اُن پر مختلف آفات لاؤنگا۔ مَیں اُنکو آسمانوں کے نیچے سے تباہ و برباد کردونگا۔ اور تُو دیکھے گا کہ مَیں اُن سے کیا کرتا ہوں۔ ہم ہر چیز پر قادر ہیں۔ میں اُنکی عورتوں کو بیوہ، اُن کے لڑکوں کو یتیم، اور اُن کے گھروں کو ویران کردونگا تاکہ وہ اپنی باتوں اور افعال کا مزہ چکھیں۔ لیکن مَیں اُنکو یکدفعہ ہلاک نہ کرونگا، بلکہ آہستہ آہستہ اور تھوڑے تھوڑے کرکے، تاکہ وہ رجُوع کرسکیں اور توبہ کرنیوالے بن جائیں۔ یقیناً میری لعنت اُن پر نازل ہوگی۔ اور اُن کے گھروں کی دیواروں پر، اُن کے چھوٹے، بڑے، مرد، عورتوں۔ اور مہمانوں پر بھی، جو اُنکے دروازوں میں داخل ہوں، لعنت پڑے گی۔ اور وہ سب ملعون ہونگے۔ بجز اُن کے جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں۔ اور ان لوگوں سے قطع تعلقات کرکے اُن کی مجلسوں سے دُور رہیں۔ سو ایسے لوگ خدا کی رحمت کے نیچے ہونگے۔"

ناظرین! یہ پانچ اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اپنے الفاظ میں آپ کے سامنے ہیں۔ حضرت اقدس نے اِس پیشگوئی کو بیسیوں مقامات پر ذکر کیا ہے۔

جن میں سے بہت سے حوالجات کو مختلف پیرایوں میں حسب منشار تحریف کرکے معترض پٹیالوی نے تحقیق لاثانی کے ایک سو صفحات میں درج کیا ہے۔ لیکن ان سب کا مفاد وُہی ہے جو اُوپر والے بنیادی حوالجات میں مذکور ہے۔ ان حوالجات سے جو امور ثابت ہیں۔ وُہ حسب ذیل ہیں:۔

اوّل ۔ یہ پیشگوئی محض بطور نشان ہے۔ اور اس نشان کے دو پہلو ہیں۔ اگر وہ رشتہ کرنا قبول کریں تو رحمت کا نشان دیا جائیگا ورنہ عذاب اور بلاؤں کا نشان۔

دوم ۔ بلاؤں کی صورت میں ان کے گھر کی عام بربادی، ویرانی اور خاندان کی تباہ حالی کے علاوہ، مرزا احمد بیگ کسی دُوسری جگہ رشتہ کرنے کے بعد تین سال بلکہ اس سے قریب عرصہ میں مرجائے گا اور اس کا داماد عرصہ اڑھائی برس میں مرجائیگا۔

سوم ۔ نکاح کا ہونا ان ہلاکتوں کے بعد اور ان پر موقوف ہے۔ یعنی جبتک یہ موتیں وقوع پذیر نہ ہو جائیں نکاح کا تحقق نہیں ہوسکتا۔

چہارم ۔ احمد بیگ، اس کے داماد، کی موت نیز اس کے اقارب کی بربادی، تکذیب و استہزار کے نتیجہ میں ہوگی۔ جو انہوں نے اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اختیار کر رکھی تھی۔ جیساکہ فقرہ کذبوا بآیاتنا وکانوا بھا یستھزءُون سے واضح ہے۔

پنجم ۔ بنارِ پیشگوئی تکذیب ہے لیکن تاہم ان کو توبہ کی ترغیب دی گئی ہے۔ الہام توبی توبی فان البلاء علیٰ عقبك اسپر شاہد ہے۔ اور آئینہ کمالات اسلام کے الفاظ "قلیلاً قلیلاً لعلھم یرجعون ویکونون من التوابین" اسپر محکم نص ہیں۔ یعنی عذاب کے آہستہ آنے میں منشاء الٰہی یہی ہے کہ تا وُہ توبہ کرکے رجوع کریں۔ گویا پیشگوئی مشروط بعدم التوبہ ہے۔

ششم ۔ محمدی بیگم کی نانی پر مصیبت آئے گی۔ اور اس سارے قصہ میں بطور نتیجہ صرف ایک شخص مرد (احمد بیگ) کی موت واقع ہوگی۔ اور اس پیشگوئی کا ظہور ایسے رنگ میں ہوگا کہ بہت سے منکرین اعتراض کے لئے لب کشائی کریں گے جیساکہ

الہام یَمُوْتُ وَ یَبْقیٰ مِنْہُ کِلَابٌ مُتَعَدِّدَۃٌ سے عیاں ہے۔

مجھے یقین ہے کہ جو شخص ایک چھپلتی ہوئی نظر بھی متذکرہ صدر حوالجات پر ڈالے گا۔ وہ ان نتائج ستہ سے ثلج قلب کے ساتھ متفق ہوگا۔ ان نتائج کے دو حصے بہت ہی اہم ہیں۔ یعنے ان ہر دو (خسر اور داماد) کی ہلاکت کا شرطی ہونا، اور نکاح کا ان کی موت کے وقوع پر موقوف ہونا۔ اگر کوئی مخالف ان دو باتوں کو تسلیم کرلے، تو پھر اُسے اس عظیم الشان نشان کے خلاف مُنہ کھولنے کی جُرأت نہیں ہوسکتی۔ اس لئے میں ان دو باتوں کے متعلق حوالجات بالا کے علاوہ ذرا تفصیل سے لکھنا چاہتا ہوں۔

پیشگوئی شرطی ہے!

ہمارے اس دعویٰ کے دو حصے ہیں۔

(الف) احمد بیگ اور اُسکے داماد کی موت شرطی ہے۔

(ب) محمدی بیگم کا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے نکاح میں آنا بھی شرطی ہے اور وہ احمد بیگ اور سلطان محمد (داماد احمد بیگ) کی موت پر موقوف ہے۔

اس دعویٰ کے پہلے حصہ کے مندرجہ ذیل ثبوت ہیں۔

ثبوت اوّل۔ اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں حضرت نے تحریر فرمایا ہے:۔

"یہ الہام جو شرطی طور پر مکتوب الیہ کی موت فوت پر دلالت کرتا تھا، ہم کو بالطبع اسکی اشاعت سے کراہت تھی۔" (تبلیغ رسالت جلد اوّل ص۱۱۷ حاشیہ)

ثبوت دوم۔ الہام توبی توبی فان البلاء علیٰ عقبك جو تتمہ اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں شائع ہوا۔ جس میں احمد بیگ اور اس کے داماد کی موت کو عدم توبہ کی شرط کے ساتھ مشروط بتایا گیا ہے۔

ثبوت سوم۔ آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۹ کے الفاظ لعلھم یرجعون ویکونون من التوابین سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ان کی موت عدم توبہ کی صورت میں مقدر تھی۔

ثبوت چہارم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بطور ایک کلیہ فرمایا ہے:۔ "وما کان الھام فی ھذہ المقدمۃ الّا کان معہ شرط کما قرءت علیك فی التذکرۃ

السابقة۔" (انجام آتھم صـ۲۲۳) اس پیشگوئی کے متعلق کوئی الہام ایسا نہیں کہ اسکے ساتھ شرط نہ ہو۔ جیسا کہ میں اس سے پہلے ذکر کرچکا ہوں"۔

ثبوت پنجم۔ اس پیشگوئی کا نفس مضمون ہی اس کے شرطی ہونے کا گواہ ہے۔ کیونکہ وعیدی پیشگوئیاں سب کی سب مشروط ہُوا کرتی ہیں۔ کما مرّ۔

ثبوت ششم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بیان مصنّف "تحقیق لاثانی" نے نقل کیا ہے۔ ہم اس کا متعلق حصّہ اس جگہ درج کرتے ہیں۔ فرمایا:-

"اس لڑکی کے باپ کے مرنے، اور خاوند کے مرنے، کی پیشگوئی شرطی تھی۔ اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ کی تھی۔ لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی۔ اس لئے وہ بیاہ کے بعد چھ مہینوں کے اندر مرگیا۔ اور پیشگوئی کی دوسری جزو پوری ہوگئی اس کا خوف اُسکے خاندان پر پڑا۔ اور خصوصاً شوہر پر پڑا جو پیشگوئی کا ایک جز تھا انہوں نے توبہ کی۔ چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے۔ اس لئے خدا نے اس کو مہلت دی۔" (تحقیق لاثانی صـ۷)

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ محمدی بیگم کے باپ اور خاوند کی موت کی پیشگوئی شرطی تھی۔ اور یقیناً شرطی تھی۔

معترض پٹیالوی اور پیشگوئی کا شرطی ہونا

معترض نے اپنے سارے بیانات میں زور دیا ہے کہ کسی طرح یہ پیشگوئی شرطی ثابت نہ ہوسکے۔ چنانچہ ہم ذیل میں اس کی عبارات کو نقل کر دیتے ہیں۔ لکھا ہے:-

قولہ (۱) "پیشگوئی نکاح کے ساتھ کوئی شرط نہ تھی۔ اشتہارات ۱۰ جولائی اور ۱۵ جولائی ۱۸۸۸ء اور آئینہ کمالات اسلام وغیرہ کو دیکھو اور غور کرو کہ کونسی شرط ان میں درج ہے۔ اور اسے وعیدی[1] پیشگوئی کس طرح کہا جاسکتا ہے۔ جس جملہ توبی توبی فان البلاء علیٰ عقبک کو شرط بنایا جاتا ہے۔ نکاح کے متعلق اس کا ذکر مرزا صاحب کے

---

[1] گویا آپ شرطی پیشگوئی اور وعیدی پیشگوئی کو ایک ہی سمجھتے ہیں! مؤلف۔

رسالہ انجام آتھم ص۲۱۳ میں ہے۔ جو پیشگوئی نکاح کی میعاد گزر جانے سے اڑھائی سال بعد طبع ہوا۔" (تحقیق ص۸۲)

اقول۔ ناظرین! آپ ان حوالجات کو پڑھیں جو ہم نے اوپر اشتہار ۱۰ جولائی اور ۱۵ جولائی اور آئینہ کمالات اسلام سے درج کئے ہیں۔ اور پھر معترض پٹیالوی کی راست گوئی کی داد دیں۔ آہ! جو شخص اس قدر خیانت سے کام لے رہا ہو کہ الہام توبی توبی فان البلاء علیٰ عقبك کو میعاد نکاح کے بعد، اور انجام آتھم میں ہی طبع شدہ الہام بتلاتا ہے اور اس بناء پر پیشگوئی کے شرطی ہونے سے منکر ہے، وہ بھی اپنی ان باتوں کو "تحقیق لاثانی" قرار دے رہا ہے۔ بلحاظ کذب بیانی واقعی یہ لاثانی تحقیق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ الہام مذکور صریح شرط ہے۔ اور وہ اشتہار ۱۵ جولائی (تتمہ اشتہار دس جولائی ۱۸۸۸ء) میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کی اشاعت بعد میعاد بتانا کھلی بد دیانتی ہے۔

قولہ۔ (۲) "اگر توبی توبی کو شرط مانا جاوے، تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے مُلہِم نے ان کو فریب دے کر ذلیل کیا کہ ادھر تو نکاح کے قطعی اور حتمی وعدے کرتا رہا۔ مگر مخالفوں کو شرط کا فائدہ دے کر آسمان پر پڑھا یا ہوا نکاح زمین پر ادھیڑ دیا۔" .... (تحقیق ص۱۳۴)

اقول۔ جب توبی توبی شرط ہے اور نکاح اور اسکے حتمی وعدوں کیلئے ہی شرط ہو تو اس میں فریب کیسا اور ذلیل کرنا چہ معنی دارد؟ اگر حالات اس شرط کے مطابق پیدا ہو جاتے اور پھر وہ مشروط وعدے ظاہری طور پر پورے نہ ہوتے تو بیشک آپکو اعتراض کا حق ہوتا۔ مگر اب تو صریح ظلم ہے۔

قولہ۔ (۳) "ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب وقوعِ نکاح پر کتنا زور دیتے تھے۔ مگر یہ ان کی چالاکی ہے کہ اپنی کتابوں میں دوسری جگہ ایسی عبارتیں بھی لکھ جاتے تھے کہ جو پیشگوئی کے غلط ہونے پر ان کے کذب کی پردہ پوشی کا کام دیں۔" (تحقیق ص۱۴۸)

اقول۔ ناظرین! یہ ایک دشمن کے الفاظ ہیں۔ "ایسی عبارتوں" سے اس کی مراد شرط کا تذکرہ ہے۔ جو حضرت نے اپنی کتابوں میں فرمایا ہے جن میں وقوعِ نکاح پر زور دیا ہے۔

پس اس اقرار کے باوجود معترض پٹیالوی کا ان "ایسی عبارتوں" کو چھوڑ کر صرف "وقوعِ نکاح" پر زور دینا گویا حضرت کی کلام میں تحریف کرنا اور صرف لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کہنے والے کے نقشِ قدم پر چلنا ہے۔ کیا ایسے لوگ بھی محقق کہلا سکتے ہیں؟

انجامِ آتھم ص۳۱ کے حاشیہ کے تذکرہ کے بعد معترض لکھتا ہے :۔

(۴) **قولہ** ۔ "اب غور کرنے سے ظاہر ہے کہ تُوْبِیْ تُوْبِیْ والی شرط اگر تھی، تو صرف اڑھائی سالہ پیشگوئی کے متعلق تھی۔ بعد میں جب دوبارہ پیشگوئی کی کہ سلطان محمد کا مرنا میری حیات میں تقدیرِ مبرم ہے اور اسکی بیوہ کا مجھ سے نکاح ہونا اٹل ہے۔ اسکے لئے کوئی شرط نہیں لگائی گئی تھی" (تحقیق ص۱۱۶)

اقول ۔ گویا سلطان محمد کی موت کے لئے تو شرط کا ہونا تسلیم کرلیا۔ ہاں اب انجام آتھم کے حاشیہ کی عبارت کو "دوبارہ پیشگوئی" قرار دے کر اسے بلاشرط قرار دیتا ہے۔ حالانکہ یہ خود باطل ہے۔ حضرت نے نفسِ پیشگوئی کو تقدیرِ مُبْرَم قرار دیا ہے۔ مگر اس تقدیرِ مُبرم کے حل کرنے کے لئے ساتھ ہی لکھ دیا ہے :۔

"اور ضرور ہے کہ یہ وعید کی موت اس سے تھمی رہے جب تک کہ وہ گھڑی آجائے جو اسے بیباک کردیوے۔" (تحقیق ص۱۱۷)

گویا جسے پٹیالوی صاحب نے اپنی کم علمی کے باعث دوبارہ پیشگوئی سمجھ کر بلاشرط بتایا تھا اس کو خود اس کی منقولہ عبارت میں سلطان محمد کی بیباکی سے مشروط قرار دیا گیا ہے۔ اور اس جگہ تقدیرِ مبرم کا یہی مطلب ہے۔ ورنہ مطلق تقدیرِ مبرم کے لئے شرط کا ذکر غیر مناسب ہے۔ خود معترض پٹیالوی نے بھی حضرت سید عبدالقادر صاحب جیلانی رضی اللہ عنہ کے مکتوب ص۲۱۷ کے ترجمہ میں لکھا ہے :۔

"دوسری (تقدیر) وہ جس کا معلق ہونا صرف خدا تعالیٰ کے ہی پاس ہے، اور لوحِ محفوظ میں قضائے مبرم کی شکل رکھتی ہے۔ اور قضائے معلق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سید قدس سرہٗ کا قول بھی (یعنے در قضائے مبرم ہیچ کس را

مجال نیست کہ تبدیل بدہد، مگر مرا، کہ اگر خواہم آنجا ہم تصرف کنم۔ ابو العطاء)
اس دُوسری قسم پر ہی موقوف ہے جو قضائے مُبرم کی صورت رکھتی ہے۔ نہ اس قضاء پر جو درحقیقت مبرم ہے" (تحقیق صفحہ ۱۶۴)

گویا معترض کے نزدیک تقدیر مبرم کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل درحقیقت مبرم۔ دوم بلحاظ شکل مبرم۔ اور مؤخر الذکر قسم میں ازروئے قول سیّد عبد القادر صاحبؒ تبدیلی ہو سکتی ہے۔ جب حقیقت یہ ہے، تو پھر اس کا یہ لکھنا کہ:۔

"مرد میدان بن کر سامنے آؤ، اور حضرت موصوف کے اقوال سے تقدیر مبرم کا بدل جانا ثابت کر دو تو ہم بھری مجلس میں آپ کے ہم عقیدہ ہونے کو تیار ہیں" (تحقیق صفحہ ۱۶۹)

اگر خبط یا "مجذوبانہ بڑ" نہیں تو اور کیا ہے؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ تقدیر مبرم کے ایک حصہ میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ علامہ یافعی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ درج کئے ہیں۔ فرمایا:۔

"اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتَدْفَعُ الْبَلَاءَ الْمُبْرَمَ النَّازِلَ مِنَ السَّمَاءِ"

(روض الریاحین برحاشیہ قصص الانبیاء صفحہ ۲۶۴)

ترجمہ۔ صدقہ یقیناً اس قضاء مبرم کو ٹال دیتا ہے جو آسمان سے نازل ہونیوالی ہو"۔

علاوہ ازیں ہم نے اس کیلئے سید عبد القادر صاحبؒ جیلانی کے الفاظ "در قضائے مبرم ہیچ کس را مجال الخ" بھی پیش کر دئے ہیں۔ معترض کہتا ہے کہ تقدیر مبرم کی پھر دو صورتیں ہیں۔ ایک تقدیر مبرم جو بظاہر تقدیر مبرم ہے مگر علم الٰہی میں تقدیر معلّق ہی ہے۔ دُوسری تقدیر مبرم جو درحقیقت تقدیر مبرم ہے۔ اور پہلی تقدیر مبرم میں تبدیلی ممکن ہے۔ الغرض معترض نے ہمارے دعوے کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ انجام آتھم کے حاشیہ مذکورہ بالا میں سلطان محمد کی موت کو تقدیر مبرم بتلانا، اور ساتھ ہی شرط کا ذکر فرمانا صاف بتا رہا ہے کہ یہ تقدیر مبرم محض ظاہری شکل میں ہے ورنہ درحقیقت تقدیر مبرم نہیں۔ بہر حال خلاصۂ کلام یہ ہے کہ معترض پٹیالوی کے

ہر چہار حوالجات صاف بتا رہے ہیں کہ سلطان محمد اور اسکے خسر احمد بیگ کی موت کی پیشگوئی شرطی تھی، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ وھو المطلوب۔

نکاح، احمد بیگ اور سلطان محمد کی موت پر موقوف تھا!

ہمارا دُوسرا دعویٰ یہ ہے کہ محمدی بیگم کا حضرت کے نکاح میں آنا از رُوئے پیشگوئی صرف اسی صُورت میں مقدر ہے جب احمد بیگ اور اس کا داماد پہلے مُوت کے گھاٹ اُتار دیئے جائیں۔ اس دعویٰ کا ثبوت حسب ذیل ہے:۔

(الف) حضرت مسیح موعودؑ نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"ایک شخص احمد بیگ نام ہے۔ اگر وُہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دیگا تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائیگا۔ اور وُہ جو نکاح کریگا، وُہ روزِ نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں فوت ہو گا۔ اور آخر وُہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہو گی" (تبلیغ رسالت جلد ا صلا۶۱)

گویا حضورؑ نے نکاح کو آخری مرحلہ قرار دیا ہے۔ ایک اور جگہ حضور علیہ السلام نے لکھا ہے:۔

"اِنَّهٗ يَرُدُّ بِنْتَ اَحْمَدَ اِلَيَّ بَعْدَ اِهْلَاكِ الْمَانِعِيْنَ وَكَانَ أَصْلُ الْمَقْصُوْدِ الْاِهْلَاكُ وَتَعْلَمُ اَنَّهٗ هُوَ الْمِلَاكُ" (انجام آتھم بحوالہ تحقیق ص۵۸)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ احمد بیگ کی لڑکی کو تمام روکنے والوں کو ہلاک کرنے کے بعد میری طرف لائیگا۔ پیشگوئی میں اصل مقصود ہلاکت ہے اور تو جانتا ہے کہ اسی پر مدار ہے۔"

(ب) حضرت اقدسؑ تحریر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

"يَمُوْتُ بَعْلُهَا وَاَبُوْهَا اِلٰى ثَلَاثِ سَنَةٍ مِنْ يَوْمِ النِّكَاحِ ثُمَّ نَرُدُّهَا اِلَيْكَ بَعْدَ مَوْتِهِمَا وَلَا يَكُوْنُ اَحَدُهُمَا مِنَ الْعَاصِمِيْنَ" (کرامات الصادقین آخری صرورق)

ترجمہ:۔ "اس کا خاوند اور والد نکاح کے دن سے تین سال کے اندر مَر جائیں گے۔ اور پھر اس لڑکی کو ان دونوں کی مُوت کے بعد ہم تیری طرف لائیں گے۔ اور ان میں سے کوئی اسے روک نہ سکے گا۔"

صاف ظاہر ہے کہ جب تک ہر دو موتیں واقع نہ ہولیں وُہ لڑکی حضرت کے نکاح میں

نہیں آسکتی۔ "سب روکوں کے ہٹا دینے" کی بھی تعیین ہوگئی۔ یعنے جب یہ دونوں مرجائیں گے۔ پھر کوئی روکنے والا نہ ہوگا۔

(ج) ہمارے اس دعوے کی تصدیق مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی کی ہے۔ ان کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) "ان میں سے مرزا احمد[۱] بیگ اور اسکے داماد[۲] کی موت اور اسکی لڑکی[۳] کے نکاح والی پیشگوئی مسلمانوں سے خاص تعلق رکھتی ہے۔" (رسالہ نکاح مرزا صہ)

(۲) "پہلی پیشگوئی متعلقہ موت مرزا سلطان محمد در اصل تمہید تھی۔ اصل پیشگوئی نکاح منکوحہ کے متعلق تھی۔" (رسالہ تاریخ مرزا صہ۳۲)

(۳) "ایک اور صاحب (سلطان محمد) بھی جن کی موت کے بعد مرزا صاحب نے انکی بیوی سے نکاح کرنا تھا۔ جس کی مدت حسب شہادۃ القرآن مرزا صاحب ۲۰۔ اگست ۱۸۹۴ء[۱] کو پوری ہوگئی ہے۔ نہیں مرے۔" (رسالہ الہامات مرزا صہ۲۸ طبع ششم)

مولوی صاحب کی ہر سہ عبارتیں نہایت واضح ہیں۔ بالخصوص آخری اقتباس میں تو صاف اقرار ہے کہ حضرت کا نکاح محمدی بیگم سے نہیں ہوا تھا بلکہ سلطان محمد کی موت کے بعد ہونا تھا۔ ع حق بر زبان جاری

ناظرین کرام! ہم اختصار کلام کی خاطر ان تین ثبوتوں پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔ بہر حال یہ امر ثابت ہے کہ مسماۃ محمدی بیگم کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نکاح میں آنا ان دونوں کی موت کے بعد تھا۔ اور یہی پیشگوئی کے الفاظ میں ہے اور یہی حضرت نے رقم فرمایا۔ اور دشمنان احمدیت کو بھی یہی مسلم ہے۔ وَھُوَ المراد۔

واقعات

آئیے اب واقعات پر نظر کریں۔ سو مرزا احمد بیگ اور اُسکے اقارب نے اس پیشگوئی کو سُنکر بجائے خشیت الٰہی اختیار کرنے کے اور بھی سرکشی اختیار کرلی۔ اور یہ رشتہ بھی ۷۔ اپریل ۱۸۹۲ء کو دوسری جگہ کردیا۔ (تحقیق صہ۱۰۲) اس نکاح کے بعد پیشگوئی کے مطابق احمد بیگ کو تین سال بلکہ قریب عرصہ میں مرجانا چاہیئے تھا چنانچہ وُہ چھٹے مہینے ہی مرگیا۔ معترض پٹیالوی لکھتا ہے:۔

---

[۱] ۱۸۶۳ء نہیں، ۱۸۹۴ء چاہیئے تھا۔ مؤلف

"احمد بیگ والد محمدی بیگم کی نسبت پیشگوئی تھی کہ تین سال تک فوت ہوگا۔
جو چھ ماہ بعد مرگیا" (تحقیق ص۲۷)

گویا پیشگوئی کا پہلا حصّہ نہایت صاف اور واضح طور پر پورا ہوا۔ جسپر منکرین کو بھی گنجائش انکار نہیں بجز اس کے کہ وہ اسے سحر یا نجوم سے تعبیر کریں۔ چنانچہ مکفّر بٹالوی نے انہی دنوں رسالہ اشاعۃ السنۃ میں لکھا تھا کہ:۔

"اگرچہ یہ پیشگوئی تو پوری ہوگئی۔ مگر یہ الہام سے نہیں بلکہ علم رمل یا نجوم وغیرہ سے کی گئی" (منقول از اشتہار ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء)

مرزا احمد بیگ کی موت تو چھٹے مہینے میں واقع ہوئی۔ مگر دراصل نکاح کے فوراً بعد ہی اس خاندان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ خود محمدی بیگم کی نانی اور دو چچیاں مرگئیں۔ (تحقیق ص۱۵) لیکن احمد بیگ کی موت نے تو انکی کمر بالکل توڑ دی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت کو عجز و نیاز کے خطوط لکھے اور توبہ اور رجوع سے کام لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس پیشگوئی کا دوسرا حصّہ (سلطان محمد کی موت) معرض التوا میں پڑگیا۔ اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ جب تک سلطان محمد کی موت واقع نہ ہولیتی، محمدی بیگم کا حضرت کے نکاح میں آنا نہ پیشگوئی کا منشاء ہے، نہ حضرت نے ایسا لکھا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ پیشگوئی کے تین بڑے حصّے تھے۔ (۱) احمد بیگ کی موت۔ (۲) سلطان محمد کی موت۔ (۳) محمدی بیگم کا نکاح۔ آخر الذکر مرحلہ ان دونوں واقعات کے بعد اور ان پر موقوف ہے۔ اسلئے جبتک دونوں موتیں واقع نہ ہوجائیں۔ محمدی بیگم کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نکاح میں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر ظاہر ہے کہ ان دونوں کی موت عدم توبہ کی شرط سے مشروط تھی۔

جیسا کہ ہم بالتفصیل لکھ چکے ہیں۔ مرزا احمد بیگ نے خوف سے کام نہ لیا۔ اس لئے وہ بہت جلد موت کے منہ میں چلا گیا۔ اُس کی موت نے طبعی طور پر سلطان محمد اور دوسرے لوگوں کو خوفزدہ کردیا۔ اس لئے سلطان محمد کی موت ملتوی ہوگئی جیسا کہ ایسے حالات میں اللہ تعالےٰ کی سُنّت ہے۔

احمد بیگ کی موت پر اعتراض کا جواب

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن صث۸۱ پر اس پیشگوئی کے حسب ذیل چھ اجزاء ذکر فرمائے ہیں :-

"(۱) مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔
(۲) اور پھر داماد اُس کا جو اُسکی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔
(۳) اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔
(۴) اور پھر یہ کہ وُہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایّام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔ (۵) اور پھر یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پُورے ہونے تک فوت نہ ہو۔ (۶) اور پھر یہ کہ اِس عاجز سے نکاح ہو جاوے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔" (تحقیق صث۴۷)

یہ اجزاء پیشگوئی کے ابتداء سے آخر تک پروگرام پر مشتمل ہیں۔ ان میں بتایا گیا ہو کہ جب پیشگوئی کی گئی۔ اُسوقت مرزا احمد بیگ کی لڑکی محمدی بیگم کا نکاح کسی جگہ نہ ہوا تھا حضرت نے فرمایا کہ احمد بیگ نکاح کرنے تک زندہ رہیگا۔ جیسا کہ جزء ۳ میں مذکور ہے۔ چنانچہ وُہ زندہ رہا۔ پھر حضرت نے لکھا ہے کہ وُہ بعد نکاح تین سال کے اندر مرجائے گا۔ چنانچہ وُہ بعد نکاح چھٹے مہینے مرگیا۔ گویا جہانتک اس پیشگوئی کا تعلّق احمد بیگ سے تھا، وُہ اُسکی سرکشی کے باعث کُھلم کُھلا پُورا ہو گیا۔ لیکن مشہور ہے کہ خُوئے بدرا بہانہ ہائے بسیار۔ چنانچہ معترض پٹیالوی ان اجزاء کو نقل کرکے لکھتا ہے :-

(۱) "جس شخص (احمد بیگ) نے اپنے داماد کی مَوت اور اپنی بیٹی کا بیوہ ہونا دیکھ کر مرنا تھا۔ اور جس نے محمدی بیگم کے نکاح ثانی تک زندہ رہنا تھا . . . . . اُس کی موت مرزا صاحب کے مرتّبہ پروگرام کے صریحاً برخلاف واقعہ ہوئی۔" (تحقیق صث۱۵۴)

(۲) "احمد بیگ نے اپنے داماد کی موت دیکھ کر مرنا تھا۔ اسلئے یہ مرگِ اتفاقیہ دلیلِ صداقت نہیں ہو سکتی۔" (تحقیق صث۱۵۴)

ناظرین کرام! انصاف فرمائیں کہ کیا حضرت کے پروگرام میں احمد بیگ کا

محمدی بیگم کے " نکاح ثانی " تک زندہ رہنا مذکور ہے ؟ کوئی لفظ ایسا موجود ہے ؟ حاشا وکلا۔ ہرگز نہیں۔ شہادۃ القرآن ۲۲ ستمبر ۱۸۹۳ء کی تصنیف ہے جب کہ احمد بیگ مرچکا تھا۔ حضرت اقدس نے اس جگہ پیشگوئی کو محض اسکے اجزاء کے لحاظ کر ذکر فرمایا ہے، نہ یہ کہ اسوقت پیشگوئی کی تھی۔ اصل پیشگوئی تو ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی۔ پس پٹیالوی صاحب کا یہ صریح دھوکہ ہے۔ ہم اسے چیلنج کرتے ہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی تحریر سے ثابت کرے کہ احمد بیگ محمدی بیگم کے نکاح ثانی تک زندہ رہیگا۔ لیکن وہ اور اسکے سب مددگار ایسا ہرگز ثابت نہیں کرسکتے۔ حضرت نے تو نکاح کو " بَعْدَ مَوْتِهَا " (احمد بیگ اور سلطان محمد کی موت کے بعد) قرار دیا ہے (تحقیق ص۴۵) سو ظاہر ہے کہ احمد بیگ کی موت حضرت کے مجوزہ پروگرام کے مطابق واقع ہوئی ہے اور اس پر اعتراض کرنا بہت بڑی غباوت یا شقاوت کا نتیجہ ہے۔

اس ضمن میں ایک سوال یہ بھی کیا گیا ہے کہ احمد بیگ کی موت سلطان محمد کے بعد ہونی چاہیئے تھی۔ کیونکہ سلطان محمد کے لئے عرصہ اڑھائی سال مقرر تھا۔ اور احمد بیگ کے لئے تین سال۔ (تحقیق ص۴۸ حاشیہ) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ میعادیں انتہائی میعادیں ہیں۔ ان کے اندر اندر جب بھی ان کی موت واقع ہو جائے، پیشگوئی کے مطابق ہوگی۔ جیسا کہ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ۔ (الروم ع۱) کی پیشگوئی کے لئے زیادہ سے زیادہ نو سال مقرر تھے۔ باقی تین اور اڑھائی کا فرق اُس وقت قابلِ اعتراض ہوتا جب احمد بیگ کے لئے محض تین سال مقرر ہوتے۔ مگر یہ غلط ہے کیوں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے احمد بیگ کی موت کے لئے انتہائی مدت بے شک تین سال فرمائی ہے۔ مگر ساتھ ہی لکھا ہے:۔

(۱) " تین سال کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائے گا " (اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء)

(۲) حضرت نے احمد بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:۔

"اس صورت میں تم پر مصائب نازل ہوں گے - جن کا نتیجہ تمہاری موت ہوگا - پس تم نکاح کے بعد تین سال کے اندر مرجاؤ گے - بلکہ تمہاری موت قریب ہے۔" (تحقیق لاثانی صہ ۱۳)

(۳) بحوالہ آئینہ کمالات اسلام پٹیالوی صاحب نے پیشگوئی کی تیسری جزء ان الفاظ میں نقل کی ہے :-

"سوم - پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی مرنا۔" (تحقیق صہ ۳۶)

ان تینوں حوالجات میں احمد بیگ کی موت کو قریب عرصہ میں بتایا گیا ہے - ہاں اگر وہ شوخیوں میں غیر معمولی اضافہ نہ کرلیتا، تو موجودہ حالت کے لحاظ سے زیادہ سے زیادہ اسکو تین سال کی مہلت دی جا سکتی تھی - پس یہ اعتراض بھی باطل ہے۔

نکاح نہ ہونے پر اعتراض کا جواب

ناظرین کرام! ہم ثابت کر آئے ہیں کہ محمدی بیگم کا حضرت کے نکاح میں آنا اسی صورت میں مقدر تھا جب دونوں موتیں واقع ہو جاتیں لیکن چونکہ سلطان محمد پر موت وارد نہ ہوئی، اس لئے موجودہ حالات میں نکاح کا اعتراض محض لغو ہے - یہ کہنا کہ وہ نکاح آسمان پر پڑھا گیا، خدا نے پڑھا اس کا ظہور کیوں نہ ہوا؟ کیا خدا کا نکاح کرنا" ملاں کے نکاح سے بھی کمزور ہے؟" یہ سب اعتراض محض نادانی سے پیدا ہوتے ہیں، جبکہ اس نکاح کے وقوع و ظہور کیلئے ایک شرط تھی یعنے سلطان محمد کی موت - اور یہ شرط متحقق نہ ہوئی، تو پھر نکاح کس طرح ہو سکتا تھا - دیکھئے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا :-

"اِنَّ اللّٰہَ زَوَّجَنِیْ مَرْیَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ وَکُلْثُوْمَ اُخْتَ مُوْسٰی وَامْرَاَۃَ فِرْعَوْنَ قَالَتْ ھَنِیْئًا لَکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔" (روایت طبرانی و حاکم - دیکھو تفسیر فتح البیان جلد ۷ صہ ۹۹)

کہ اللہ تعالےٰ نے میرا نکاح حضرت مریم - کلثوم - اور فرعون کی بیوی سے کر دیا ہے - حضرت خدیجہ رضؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! پھر آپ کو مبارک ہو۔"

معزز قارئین! ہم اس حدیث کو بالکل حق سمجھتے ہیں - مگر ظاہر ہے کہ باوجود

"ان اللہ زوجنی" فرمانے کے ان نکاحوں کا ظہور اس دُنیا میں نہیں ہوا۔ اور نہ ہوسکتا تھا۔ کیونکہ وہ عورتیں فوت ہو چکی تھیں۔ ہاں آخرت میں جب موت والی روک درمیان نہ ہوگی، ان نکاحوں کا ظہور ہو جائیگا۔ اسی طرح حضرت اقدس سے محمدی بیگم کے نکاح کے ظہور کیلئے ایک شرط تھی، یعنے سلطان محمد کی موت۔ اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ جب تک یہ شرط پوری نہ ہوتی، اور جبتک یہ روک دُور نہ ہوتی تو وہ حضرت کے نکاح میں نہ آسکتی تھی۔ پس نکاح کا اعتراض غلط اور بے محل ہے۔

مرزا سلطان محمد کی عدم موت کا جواب

اس عظیم الشان پیشگوئی میں سے اگر کوئی حصہ دشمنوں کے اعتراض کا نشانہ بن سکتا ہے تو وہ صرف سلطان محمد کے نہ مرنے کا حصہ ہے۔ بے شک یہ درست ہے کہ سلطان محمد نہیں مرا۔ لیکن فقط نہ مرنا تو موجبِ اعتراض نہیں ہوسکتا۔ جبکہ ظاہر ہے کہ یہ وعیدی پیشگوئی ہے۔ اور پھر اس موت کیلئے عدم توبہ کی شرط بھی موجود ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ ہے کہ یہ موت اس لئے ٹل گئی کہ ان لوگوں نے شرط سے فائدہ اُٹھایا۔ چنانچہ حضور نے تحریر فرمایا ہے:۔

(۱) "احمد بیگ کے مرنے سے بڑا خوف اُس کے اقارب پر غالب آگیا۔ یہانتک کہ بعض نے اُن میں سے میری طرف عجز و نیاز کے ساتھ خط بھی لکھے کہ دُعا کرو۔ پس خدا نے اُن کے اس خوف اور اس قدر عجز و نیاز کی وجہ سے پیشگوئی کے وقوع میں تاخیر ڈال دی۔" (حقیقت الوحی صفحہ ۱۸۱ نیز رسالہ الہامات مؤلفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری صفحہ ۶۹)

(۲) "اس کا داماد جو اڑھائی سال کے اندر فوت نہ ہوا تو اس کی یہی وجہ تھی جو اس عبرت انگیز واقعہ کے بعد، جو احمد بیگ اُسکے خسر کی وفات تھی، ایک شدید خوف اور حزن اُس کے دل پر وارد ہو گیا۔ اور نہ صرف اُسکے دل پر بلکہ اُسکے تمام متعلقین کو اِس خوف اور حزن نے گھیر لیا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب دو آدمیوں کی موت ایک ہی پیشگوئی میں بیان کی گئی ہو۔ اور ایک ان میں سے میعاد کے اندر مر جائے تو وہ جو دُوسرا باقی ہے اُس کی

بھی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔" (اشتہار ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء)

ناظرین! اب قابلِ غور امر یہ ہے کہ اگر یہ دعویٰ ثابت ہو جائے کہ فی الواقع مرزا سلطان محمد نے اس شرط کے مطابق رجوع اور خوف سے فائدہ اُٹھاکر مُہلت حاصل کی ہے تو کیا معترض کا یہ اعتراض کچھ وزن رکھتا ہے؟ پیشگوئیوں کے اصول ۳ تا ۵ پر نظر کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شرط کی تصریح کر دینے پر غور کریں، اور پھر بتائیں کہ کیا ضرور نہ تھا کہ ان حالات میں سلطان محمد موت سے بچ جاتا؟ بالخصوص جب کہ اِس پیشگوئی کی بناء ہی ان لوگوں کی شرارت اور سرکشی تھی۔

پیشگوئی کی بناء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے:۔

"ایک عرصہ سے یہ لوگ جو میرے کنبے سے ہیں اور میرے اقارب ہیں کیا مرد، اور کیا عورت، مجھے میرے الہامی دعاوی میں مکّار اور دکاندار خیال کرتے ہیں۔ اور بعض نشانوں کو دیکھ کر بھی قائل نہیں ہوتے۔" (تتمہ اشتہار دس جولائی ۱۸۸۸ء)

خود پٹیالوی صاحب کو بھی اعتراف ہے کہ:

"مرزا صاحب کی اِس پیشگوئی کی بنیاد بھی تکذیب ہی ہے جیساکہ نکاحِ آسمانی کی پیشگوئی کے متعلق ان کا پہلا الہام ہے کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِیْ وَکَانُوْا بِھَا یَسْتَھْزِءُوْنَ الخ پس اگر پیشگوئی وعید کی ہی مان لی جائے۔ تو بھی اِسکی بناء تکذیبِ رسول قادیانی پر تھی۔" (تحقیق لاثانی ص۱۱۱)

اِس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ اِس پیشگوئی کی بناء نفس پرستی وغیرہ پر نہ تھی، بلکہ محض تکذیب و استہزاء کی سزا کے طور پر تھی۔ اور یہ وعیدی پیشگوئی تھی۔ کیونکہ انذار اور عذاب کی پیشگوئی کا ہی نام وعیدی پیشگوئی ہوتا ہے۔

پھر معترض پٹیالوی ایک اور جگہ لکھتا ہے:۔

"بفرضِ محال یہ پیشگوئی اگر سلطان محمد کے حق میں وعید کی تھی تو توبہ، استغفار، صدقہ، رجوع الی الحق سے ٹل سکتی تھی۔ مگر

سلطان محمد کے متعلق ان باتوں کا کوئی ثبوت نہیں۔ محض مرزا صاحب کا زبانی دعویٰ ہے۔" (تحقیق ص ۱۸۲)

گویا یہ طے ہو چکا ہے کہ وعیدی پیشگوئی توبہ و استغفار سے ٹل جایا کرتی ہے۔ رہا یہ امر کہ یہ پیشگوئی وعیدی تھی۔ سو اظہر من الشمس ہے کہ یہ سلطان محمد کی موت پر مشتمل تھی، اور موت کی پیشگوئی کو ہی وعیدی کہا کرتے ہیں۔ پس معاملہ بالکل صاف ہو گیا۔ اب ہمارے ذمے صرف یہ ثبوت دینا باقی ہے کہ فی الواقع سلطان محمد نے توبہ و استغفار اور رجوع الی الحق سے کام لیا ہے۔ لیجئے اب اسکے ثبوت بھی ذیل میں ملاحظہ فرمالیجئے:۔

ثبوتِ اوّل۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بکرات و مرات اس امر کی اشاعت فرمائی کہ ان لوگوں نے توبہ اور عاجزی کے خطوط لکھے ہیں اور ان پر خوف طاری ہو گیا وغیرہ وغیرہ۔ ایک جگہ تحریر فرمایا ہے:۔

"احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا اور اُس کا فوت ہونا اُسکے داماد اور تمام عزیزوں کیلئے سخت ہم و غم کا موجب ہُوا۔ چنانچہ ان لوگوں کی طرف سے توبہ اور رجوع کے خط اور پیغام بھی آئے۔" (اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ)

کیا مرزا سلطان محمد یا اُس کے اقارب نے کبھی اس دعویٰ کی تردید کی؟ ہرگز نہیں۔ پس جب کہ علی الاعلان اور سب مخالفین کے سامنے یہ دعویٰ کیا گیا اور مدّعا علیہم کیطرف سے انکار نہ ہوا۔ تو پھر اس کی صداقت میں کیا شُبہ رہ جاتا ہے؟

ثبوتِ دوم۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دعویٰ کے اثبات کے لئے مخالفین کو پُر زور الفاظ میں چیلنج کیا اور لکھا کہ:۔

"فیصلہ تو آسان ہے۔ احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کو کہو کہ تکذیب کا اشتہار دے۔ پھر اس کے بعد جو میعاد خدا تعالیٰ مقرر کرے۔ اگر اس سے اُس کی موت تجاوز کرے تو مَیں جھوٹا ہوں۔ ورنہ اے نادانو! صادقوں کو جھوٹا مت ٹھہراؤ۔ . . . . . اور ضرور ہے کہ یہ وعید کی موت اس سے تھمی رہے جب تک کہ وہ گھڑی آجائے کہ اُس کو بے باک کر دیوے۔ سو اگر

جلدی کرنا ہے تو اُٹھو اور اُسکو بے باک اور مکذب بناؤ، اور اُس سے اشتہار دلاؤ اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو۔" (انجام آتھم ص۳۲ حاشیہ)

اِس تحدّی کے بعد حضور علیہ السلام قریباً بارہ برس زندہ رہے۔ مگر کسی کے لئے ممکن نہ ہو سکا کہ وُہ اُس سے تکذیب کا اشتہار دِلاتا۔ معلوم ہوا اُس نے اِس "تکذیب و استہزاء" کو چھوڑ دیا تھا جو بناءِ پیشگوئی تھی۔

حضرت کے فقرہ "پھر جو میعاد خُدا تعالیٰ مقرر کرے الخ" سے ظاہر ہے کہ یہ اشتہار جس کے بعد اُسکی مَوت مقررہ میعاد میں ہونے والی تھی حضرت کی زندگی کے ساتھ وابستہ ہے۔ لہٰذا اخبار اہلحدیث ۱۴۔ مارچ ۱۹۲۴ء کا شائع کردہ خط کہ "مَیں نہ پیشگوئی سے ڈرا" اِس چیلنج کا جواب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اِسپر تو مشہور ضرب المثل ع مُشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلّۂ خود باید زد، صادق آتی ہے۔ اِس انکار کی وُہی مثال ہے کہ فرعونیوں پر جب عذاب آتا تو وُہ عاجزی کرتے۔ اور جب جاتا رہتا تو پھر اکڑ جاتے۔ مرزا سلطان محمد کا حضرت کی زندگی میں حضور کے دعوٰی خوف و توبہ کا انکار نہ کرنا، بلکہ اس چیلنج پر باوجود مخالفین کی انگیخت کے خاموشی اختیار کرنا، حالانکہ انکی منکوحہ کا اس طرح برملا ذکر ہوتا تھا۔ انکے خوف کا کُھلا کُھلا ثبوت ہے۔ سنہ ۱۹۲۴ء میں مولوی ثناء اللہ امرتسری نے پٹی جاکر جس طرح اس سے یہ خط لکھوایا ہے۔ وہ خود اسکے خوفزدہ ہونے کا ثبوت ہے۔ فتدبر۔

ثبوت سوم۔ مرزا سلطان محمد نے ۱۹۱۳ء میں ایک صاحب کے نام حسب ذیل خط لکھا ہے۔ دھو ھذا۔ (از انبالہ چھاؤنی ۱۲ر مارچ ۱۹۱۳ء

برادرم سلمہ! السّلام علیکم

نوازشنامہ آپ کا پہنچا۔ یاد آوری کا مشکور ہوں۔ مَیں جناب مرزا جی صاحب مرحوم کو نیک، بزرگ، اسلام کا خدمتگذار، شریف النفس، خدایاد پہلے بھی اور اب بھی خیال کر رہا ہوں۔ مجھے ان کے مُریدوں سے کسی قسم کی مخالفت نہیں ہے۔ بلکہ افسوس کرتا ہوں کہ چند ایک امورات کی وجہ سے ان کی زندگی میں ان کا شرف حاصل نہ کر سکا۔ انبالہ چھاؤنی ۳/۱۲ ۲۱

نیاز مند سلطان محمد از انبالہ رسالہ ۹" [1]

---

[1] اس خط کا عکس بھی شائع ہو چکا ہے۔ (ابوالعطاء)

یہ خط ۱۹۱۳ء کا لکھا ہے جس میں مرزا سلطان محمد صاحب کا صاف اقرار ہے کہ میں اب بھی حضرت مرزا صاحب کو نیک اور بزرگ سمجھتا ہوں اور پہلے بھی سمجھتا تھا۔

ناظرین! آپ ان حالات پر نگاہ کریں جو اس پیشگوئی سے پہلے ان لوگوں کے تھے۔ اور تصور کریں کہ یہ الفاظ وہ شخص لکھتا ہے جس کی بیوی کے متعلق یہ پیشگوئی ہے تو آپ کو یقین کرنا پڑے گا کہ یہ شخص بے شک توبہ و رجوع کر چکا تھا۔ اس خط کی اصلیت کو مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی تسلیم کیا ہے اور خود معترض پٹیالوی نے بھی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"مرزا سلطان محمد کا ایک خط شائع کرتے ہیں۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ میں مرزا صاحب قادیانی کو بزرگ جانتا ہوں۔ اس خط کو اس دعویٰ کی سند پیش کیا کرتے ہیں کہ سلطان محمد دل سے مرزا صاحب کا معتقد ہو گیا تھا، اس لئے نہ مرا۔ اس کے جواب میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اپنے بیانات کے سامنے یہ تحریر کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ ممکن ہے مخالف نے بطور استہزاء یا معمولی اخلاقی نرمی سے یہ فقرہ لکھ دیا ہو" (الہامات ص۶۷)

معترض پٹیالوی نے لکھا ہے:۔

"آپ نے مرزا سلطان محمد شوہر محمدی بیگم کا خط مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۱۳ء نقل کیا ہے جس میں اس نے مرزا صاحب کی نسبت عام مصالحانہ خیالات ظاہر کئے ہیں۔" (تحقیق ص۱۶۱)

ظاہر ہے کہ یہ خط، اور اس کے الفاظ، نہ استہزاء ہیں، نہ عام مصالحانہ خیالات ہیں۔ کیونکہ لکھنے والا وہ شخص ہے جس کی بیوی کا یہ قصہ ہے۔ بہر حال اصلیتِ خط مسلّم ہے۔ ہاں معترض پٹیالوی نے لکھا ہے کہ ۱۹۱۳ء میں خط لکھا اور موت سے پہلے ہی کیوں بچ گیا۔ (تحقیق ص۱۶۲)

ارے بندۂ خدا! ۱۹۱۳ء کا خط تو خود پہلے زمانہ کے خوف کا ثبوت ہے۔ نیز

اسی خط میں لکھا ہوا ہے کہ مَیں پہلے بھی حضرت مرزا صاحب کو نیک اور بزرگ سمجھتا تھا۔ چنانچہ اُس کا وہ تفصیلی بیان بھی جو اُس نے ہمارے محترم دوست جناب حافظ جمال احمد صاحب مبلغ ماریشس[1] کے سامنے پٹی میں دیا تھا، اس پر شاہد ہے۔ جس میں اس نے کہا ہے :۔

"مَیں قسمیہ کہتا ہوں کہ جو ایمان اور اعتقاد مجھے حضرت مرزا صاحب پر ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو بھی جو بیعت کر چکے ہیں اتنا نہیں ہو گا۔ میرے دِل کی حالت کا آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس پیشگوئی کے وقت آریوں نے لیکھرام کی وجہ سے، اور عیسائیوں نے آتھم کی وجہ سے، مجھے لاکھ لاکھ روپیہ دینا چاہا، تا مَیں کسی طرح مرزا صاحب پر نالش کروں۔ اور وہ روپیہ مَیں لیتا، تو امیر کبیر بن سکتا تھا۔ مگر وُہی ایمان اور اعتقاد تھا جس نے مجھے اس فعل سے روکا۔"

(الفضل ۹/۱۳ جون ۱۹۲۱ء)

پس مرزا سلطان محمد صاحب کا رجُوع واضح اور بیّن ہے۔ لہٰذا اِس اہم پیشگوئی کے کسی حصّے پر بھی اعتراض پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ بصیرت کی نظر سے دیکھنے والوں کیلئے یہ صداقتِ حضرت احمدؑ پر ایک واضح دلیل ہے۔

نکاح فسخ ہوگیا، یا تاخیر میں پڑ گیا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے:۔

"جب ان لوگوں نے شرط کو پُورا کر دیا۔ اور داماد احمد بیگ پر خوف طاری ہوگیا اور اُس نے توبہ کی۔ تو نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔" (تحفۃ ص۱۱ بحوالہ تتمہ حقیقۃ الوحی)

اس فقرہ پر عام معاندین تمسخر کیا کرتے ہیں کہ اس میں دو رنگی ہے۔ حالانکہ بات یہ ہے کہ حضرت اقدس نے انجام آتھم ص۳۲ پر چیلنج کیا تھا کہ سلطان محمد سے تکذیب کا

---

[1] طبع ثانی کے وقت حضرت حافظ صاحبؓ فوت ہو چکے ہیں۔ انہوں نے تبلیغ اسلام کرتے ہوئے غریب الوطنی میں ماریشس میں ہی وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ بڑے مخلص دوست اور نیک بزرگ تھے۔ اللہ تعالےٰ بلند درجات عطا فرمائے۔ آمین۔ (ابو العطاء)

اشتہار دلاؤ الخ۔ اب عقلاً دو صورتیں ممکن تھیں۔ (۱) لوگ اشتہار دلا دیتے۔ (۲) لوگ اشتہار نہ دلا سکتے۔ اگر صورت اوّل واقع ہوتی تو اس کا مرنا یقینی تھا، اور اندریں صورت اسکی موت کے بعد محمدی بیگم کا حضرت کے نکاح میں آنا ضروری اور لازمی تھا۔ اور اگر اشتہار نہ دلا سکتے تو پھر سلطان محمد کی عدم موت کے باعث نکاح نہیں ہو سکتا تھا۔ پس فسخ یا تاخیر دو رنگی کے لئے نہیں بلکہ اُس تحدّی کی وجہ سے ہی، جس کا پُورا کرنا یا نہ کرنا مخالفین کے اختیار میں تھا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے کھول دیا گیا کہ سلطان محمد کی طرف سے تکذیب کا اشتہار ہرگز شائع نہ ہو سکے گا۔ تو حضور ؑ نے صرف ایک پہلو کا ذکر فرمایا۔ وَھُوَ ھٰذَا۔ فرمایا:-

"یونس کی قوم کا واقعہ سب کو معلوم ہے۔ کوئی شرط نہ تھی مگر پھر بھی توبہ و استغفار سے وہ عذاب ٹل گیا۔ اور یہاں تو صاف تُوبِی تُوبِی فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰی عَقِبِکِ آگیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ توبہ سے یہ سب باتیں ٹل جائیں گی۔ اور احمد بیگ کی مَوت سے خوف اُن پر چھا گیا۔ اُس نے پیشگوئی کے ایک حصّہ کو ٹال دیا۔" (اخبار بدر ۲۳ اپریل ۱۹۰۸ء صہ ۳)

ہاں اس جگہ معترض پٹیالوی نے ایک اور سوال کیا ہے۔ اور وُہ یہ کہ شرط کو پُورا کر دینے سے نکاح کا فسخ ہو جانا کیسے واقع ہوُا۔ شرط پوری ہونے سے تو نکاح ہو جانا چاہیئے تھا۔ مگر یہ اعتراض بھی دھوکہ ہے۔ کیونکہ سلطان محمد کی موت اور محمدی بیگم کے نکاح کے لئے علیحدہ علیحدہ شرط ہے۔ جیسا کہ ہم تفصیلاً لکھ چکے ہیں۔ محمدی بیگم کے نکاح کے لئے سلطان محمد کی مَوت کی شرط ہے۔ جو پوری نہ ہوئی۔ اور سلطان محمد کے مَوت سے بچنے کے لئے توبہ شرط ہے اور سلطان محمد نے مَوت سے بچنے کی اس شرط کو پُورا کر دیا اور موت سے بچ گیا۔ لہذا آخری مرحلہ کی شرط متحقق نہ ہوئی۔ پس معلوم ہو گیا کہ حضرت نے تتمہ حقیقۃ الوحی صہ ۱۳۳ میں جس شرط کے پُورا ہونے کا ذکر فرمایا ہے وُہ سلطان محمد کے بچنے کے نتیجہ پر منتج تھی، اور وُہ نتیجہ پیدا ہو گیا۔ لہذا معترض کا اس جگہ اِذَا وُجِدَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ کا مضحکہ خیز قول لکھنا

اپنی جہالت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ البتہ محمدی بیگم کے حضرت کے نکاح میں آنے کے لئے جو شرط تھی یعنے سلطان محمد کی موت۔ وُہ چونکہ واقع نہ ہوئی۔ لہذا وُہ نکاح وقوع پذیر نہ ہُوا۔ فاندفع الاشکال۔

الہام میں سلطان محمد کی عدم موت کا ذکر

اِس وعیدی پیشگوئی کا آخری انجام جو الہاماً بتایا جا چکا تھا وُہ ان لفظوں میں مذکور ہے۔ یَمُوْتُ وَیَبْقٰی مِنْہُ کِلَابٌ مُتَعَدِّدَۃٌ۔ (تتمہ اشتہار دس جولائی ۱۸۸۸ء) سب جانتے ہیں کہ یموت واحد کا صیغہ ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ ایک شخص مرے گا۔ اور اُسکی طرف سے کتّے باقی رہ جائیں گے۔ یعنے موت صرف احمد بیگ کی ہوگی۔ یہی مقدّر تھا۔ گویا الہام میں سلطان محمد کے شرطِ وعید سے فائدہ اُٹھانے کا اشارہ کیا گیا تھا جسے واقعات نے کھول دیا ہے۔ پیشگوئی کے ان الفاظ پر غور کرنے سے بہت سے حقائق سامنے آجاتے ہیں۔ مخالفین کی مخالفت کا پہلے سے ذکر موجود ہے۔

اس پیشگوئی کے قیمتی ثمرات

ذیل میں مَیں اُن لوگوں کے نام درج کرتا ہوں جو اس پیشگوئی کے متعلقین میں سے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو چکے ہیں:۔

(۱) مرزا احمد بیگ کی اہلیہ صاحبہ (۲) مرزا محمد بیگ صاحب پسر مرزا احمد بیگ (۳) عنایت بیگم صاحبہ دختر مرزا احمد بیگ (۴) سردار بیگم صاحبہ دختر مرزا احمد بیگ (۵) مرزا محمد احسن بیگ داماد مرزا احمد بیگ (۶) مرزا محمود بیگ پوتا مرزا احمد بیگ (۷) دختر مرزا نظام الدین۔ اہلیہ صاحبہ مرزا سلطان احمد صاحب رئیس۔ (۸) مرزا گل محمد صاحب پسر مرزا نظام الدین صاحب (۹) اہلیہ مرزا غلام قادر صاحب (۱۰) محمودہ بیگم صاحبہ دختر مرزا احمد بیگ۔

ان لوگوں کا احمدیت کی حلقہ بگوشی کو قبول کر لینا ایک متدین انسان کی نگاہ میں حضرت اقدس کی صداقت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ ہمارے مخالفین کو ذرا تدبّر سے کام لینا چاہیئے کہ یہ کیا بات ہے کہ جن لوگوں، اور جس خاندان کے متعلق یہ پیشگوئی ہے وُہ تو احمدی ہو گئے۔ اور معترضین ابھی تک اعتراض ہی کر رہے ہیں۔

ناظرین کرام! بفضلہٖ تعالیٰ ہم نے ہر طرح سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت اقدسؑ کی یہ پیشگوئی بھی دیگر شرطی پیشگوئیوں کی طرح اپنی شرائط کے مطابق پوری ہو چکی ہے اور حضرت کی صداقت کا ایک زبردست نشان ہے۔ وھو المطلوب۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کی ذلّت کی پیشگوئی

پانچویں نمبر پر معترض پٹیالوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کا ایک اقتباس دیا ہے جس میں لکھا ہے کہ :-

"اگر تیری جناب میں میری کچھ عزّت ہے، تو مَیں عاجزی سے دُعا کرتا ہوں کہ ان ۱۳ مہینوں میں شیخ محمد حسین، جعفر زٹلی، اور تبتی مذکور کو ذلّت کی مار سے دُنیا میں رُسوا کر اور ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّۃُ کا مصداق کر۔" (عشرہ ص۱۵۱)

اگرچہ اشتہار مذکور میں یہ الفاظ بعینہٖ موجود نہیں ہیں لیکن یہ درست ہے کہ اس اشتہار میں حضرت اقدس نے ان تینوں کو ایک فریق قرار دے کر، جس کی عزّت و ذلّت مولوی محمد حسین کی عزّت و ذلّت پر موقوف تھی، یہ الہام اور دُعا شائع کی ہے کہ اُن پر "۱۵- دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلّت" پڑے۔ چنانچہ وہ ذلّت کی سخت مار پڑ گئی۔ پٹیالوی صاحب کا یہ لکھنا کہ "میعاد گزر گئی اور میرزا صاحب کے یہ تینوں مخالفین بفضلہٖ تعالیٰ بخیر و عافیت" رہے ہے۔ سخت مغالطہ دہی ہے۔ جب پیشگوئی ہی موت کی نہ تھی، بلکہ ذلّت کی تھی۔ تو پھر "بخیر و عافیت" رہنے کا کیا ذکر؟ کہنا تو یہ چاہیئے تھا کہ اس فریق پر کوئی ذلّت نہیں پڑی۔ مگر یہ بات معترض بھی نہیں کہہ سکتا تھا۔

اب ہم اس پیشگوئی کی صداقت کے اثبات کے لئے مختصراً مولوی محمد حسین کی پانچ ذلّتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

پہلی ذلّت

مولوی محمد حسین نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف علماءِ ہند سے فتویٰ لے کر آپ کو ذلیل کرنا چاہا تھا۔ وہ لوگ چونکہ پہلے سے ہی حضرت اقدس کے مخالف تھے اسلئے اُن کے فتویٰ سے ہمارے حضرت پر تو کوئی زد نہیں پڑ سکتی تھی۔ ہاں مولوی محمد حسین صاحب کی ذلّت کا سامان یُوں پیدا ہو گیا کہ ادھر مندرجہ بالا

مقررہ میعاد میں ہندوستان کے نامی علماء نے اپنے خیال والے مہدی کے منکر پر فتویٰ کفر لگایا۔ اور اِدھر مولوی محمد حسین نے انگریزی میں حکومت پر ظاہر کرنے کیلئے لکھا کہ مَیں مہدی قریشی کا مُنکر ہوں۔ حضرت اقدس ؑ نے تحریر فرمایا ہے :۔

"شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنّۃ کی بعض خفیہ تحریریں ہمارے ہاتھ آگئی ہیں جن میں وہ گورنمنٹ کے سامنے زمین لینے کی طمع سے یہ بیان کرتا ہے کہ جس مہدی قریشی کی لوگوں کو انتظار ہے۔ جو اُنکے زعم میں خلیفہ ظاہر و باطن ہوگا۔ اس مہدی کے بارے میں جسقدر حدیثیں ہیں، وُہ سب موضوع، اور غلط، اور نادرست ہیں۔ یعنے مَیں اُن کو نہیں مانتا۔ (دیکھو محمد حسین کی فہرست انگریزی مورخہ ۱۴ ؍ اکتوبر ۱۸۹۴ء) جس کو ابھی محمد حسین نے پوشیدہ طور پر شائع کیا ہے۔ اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کو یہ جتلانا چاہا ہے کہ مَیں اس مہدی کے آنے سے مُنکر ہوں۔ سو محمد حسین کا یہ وُہ عقیدہ ہے جس کے لئے ان مولویوں سے فتویٰ طلب کیا گیا تھا اور انہوں نے اس عقیدہ والے کو کافر اور کذّاب اور دجّال اور مُفتری قرار دیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کو اپنے ہاتھوں سے پُورا کیا۔ الخ" (اشتہار ۷ ؍ جنوری ۱۸۹۹ء)

معترض پٹیالوی کا غلط عذر

معترض پٹیالوی اس واقعہ کے متعلق لکھتا ہے :۔

(۱) "میعاد ختم ہونے پر آئی تو مرزا صاحب نے بہت حیلے کئے۔ ایک غیر معلوم شخص کی معرفت علماء سے فتویٰ حاصل کیا کہ حضرت مہدی کا مُنکر کافر ہے۔ اور ۷ ؍ جنوری ۱۸۹۹ء کو اشتہار شائع کر دیا۔" (عشرہ ص۱۵۷)

(۲) "عام طور پر جس مہدی کا آنا مانا جاتا ہے۔ اس سے آپ (حضرت اقدس) بھی منکر ہیں اور مولوی محمد حسین صاحب بھی۔ پس اس طرح اگر یہ ذلّت ہے، تو دونوں کو پہنچتی ہے۔" (عشرہ ص۱۵۸)

الجواب - ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کو پیشگوئی ہوتی ہے کہ ۱۵ر جنوری ۱۹۰۰ء تک مولوی محمد حسین بٹالوی کو ذلت پہنچے گی۔ اور اس عرصہ میں ایک ذلت اسپر پڑ جاتی ہے۔ اور ۷ر جنوری ۱۸۹۹ء کے اشتہار میں اس کا ذکر بھی ہو جاتا ہے۔ گویا میعاد کے ختم ہونے سے ایک برس پیشتر پیشگوئی کا ظہور ہو جاتا ہے۔ مگر پٹیالوی منکر اسے میعاد کے خاتمہ پر (نعوذ باللہ) حضرت کا حیلہ قرار دیتا ہے۔ کیا ان دروغ بافیوں سے حق چھپ سکتا ہے؟ علماء نے فتویٰ دیا ہے، فتویٰ کے ساتھ فتویٰ حاصل کرنے والے کے معلوم یا غیر معلوم ہونے کا کیا تعلق ہے؟ فتویٰ تو نفس استفتاء پر ہوتا ہے خواہ اسے زید پیش کرے خواہ بکر۔ باقی یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی (نعوذ باللہ) اس ذلت میں بٹالوی کے شریک ہیں، دو وجہ سے غلط ہے۔ (۱) اوّل حضرت تو شروع سے ہی ایسے مہدی کی آمد کے علانیہ منکر تھے مگر شیخ بٹالوی مسلمانوں کو کچھ کہتا تھا اور گورنمنٹ سے کچھ۔ (۲) دوم وہ علماء بٹالوی کے ہم مذہب تھے حضرت اقدس کے تو پہلے ہی مخالف تھے۔ اور بٹالوی نے حضرت کے خلاف ان سے ہی اوائل میں فتویٰ کفر لیا تھا۔ اب وہی علماء محمد حسین کے خلاف فتویٰ کفر دے رہے ہیں۔ کیا ذلت کے سر سینگ ہوا کرتے ہیں؟

دُوسری ذِلّت

اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محمد حسین کی ذلت کی پیشگوئی شائع کرتے وقت اپنا الہام "اُعَجِّبُ لِاَمْرِیْ" پھر شائع فرمایا تھا۔ اس الہام کے متعلق مولوی محمد حسین نے کہا کہ یہ الہام غلط ہے کیونکہ عربی زبان میں عَجِبَ کا صلہ لام نہیں آتا۔ اس کے بالمقابل حضرت اقدس نے احادیث اور لغتِ عرب سے اس کا ثبوت دے دیا کہ عربی زبان میں عَجِبَ کا صلہ لام آتا ہے۔ جسپر مولوی محمد حسین بٹالوی کی بہت ذلت ہوئی۔ جس طرح پہلی ذلت اخلاقی و مذہبی تھی، یہ ذلت علمی تھی۔

معترض پٹیالوی لکھتا ہے۔ "عَجِبْتُ لَهٗ والی تقریر سے مولوی محمد حسین صاحب کو انکار ہے۔" (عشرہ صفحہ ۱۵۸) منکر امرتسری نے لکھا تھا کہ "لام کے انکار والی بات کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔" (الہامات صفحہ ۸۲)

ناظرین کرام! اگرچہ ایسے شخص کیلئے بجز آسمانی فیصلہ کے کوئی طریق نہیں جو

بات کہہ کر موقعہ پر جھوٹ بول دے۔ اور پھر اسکے خیال میں اسکے باوجود وہ "متقی" بھی ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے ثبوت کیلئے ہر دو مکذبین کے کلام میں ہی دلیل رکھ دی ہے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے مولوی محمد حسین بٹالوی کا ایک خط مورخہ ۲۳ر نومبر ۱۹۰۲ء (یعنے پیشگوئی سے پورے چار سال بعد جبکہ اس ذلت سے اُن کا ناک میں دم آگیا تھا۔ مؤلف) شائع کیا ہے۔ اس میں شیخ بٹالوی لکھتا ہے:۔

"مَیں نے یہ نہیں کہا تھا کہ عَجِبَ کا صلہ لام کبھی نہیں آتا۔ حدیث مشکوٰۃ عَجِبْنَا لَهٗ يَسْئَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ مجھے بھول نہیں گئی[1] مَیں نے کہا تھا کہ قرآن میں عَجِبَ کا صلہ مِنْ آیا ہے۔ قَالُوْا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔ ابو سعید" (الہامات ۸۳)

افسوس کہ اس کذّاب بٹالوی کو جھوٹ لکھتے وقت یہ بھی سمجھ نہ آیا کہ اگر آپنے عَجِبَ کا صلہ لام آنے کا انکار نہیں کیا تھا۔ تو یہ کہنے کا کیا مطلب اور کونسا موقعہ تھا کہ "قرآن میں عَجِبَ کا صلہ مِنْ آیا ہے"؟ کیا کسی نے اس کا انکار کیا تھا؟ آپ کا حضرت کے الہام "اَتَعْجَبُ لِاَمْرِیْ" پر اعتراض کرتے ہوئے اتنا ہی تسلیم کرنا عقلمندوں کیلئے کافی ہے۔ سچ ہے۔ اِنِّیْ مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ۔

معترض پٹیالوی نے اس موقع پر مزید لکھا ہے کہ:۔

"مرزا صاحب کی غلطیوں کا ایک طومار مولوی محمد حسین اور مولوی ثناء اللہ صاحبان اور دیگر علماء نے شائع کر دیا ہے، ایک عجبت لہٗ پر ہی اکتفاء نہیں کی۔" (عشرہ صفحہ ۱۵۸)

گویا ان دونوں مولوی صاحبان نے حضرت کی دیگر "غلطیوں" کے ذیل میں "عجبت لہٗ" والی تقریر کو بھی غلط قرار دیا ہے۔ اب بھی آپکا یہی کہتے جانا کہ محمد حسین کو اس واقعہ سے انکار ہے یقیناً بہت بڑا مغالطہ ہے۔ پس یہ واقعہ مولوی محمد حسین کی دوسری ذلت ہوئی۔

تیسری ذلت

۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کی پیشگوئی کے بعد مورخہ ۲۴ر فروری ۱۸۹۹ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے محمد حسین سے ایک اقرارنامہ لیا کہ وہ آئندہ حضرت اقدس کو دجال، کافر اور کذاب نہیں کہیگا اور قادیان کو چھوٹے کاف سے

---

[1] یہ حدیث آپ کو اب کہاں بھول سکتی ہے۔ اسی کو تو حضرت نے پیش کر کے آپ کی ذلت کا اعلان کیا تھا۔ (مؤلف)

نہیں لکھے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ اقرار نامہ اسکے اپنے سابقہ فتووں کے پیش نظر اسکی بہت بڑی ذلت تھی اور حضرت کی پیشگوئی کا ثبوت۔ اسپر معترض پٹیالوی نے لکھا ہے کہ:-

"مقدمہ گورداسپور میں مرزا صاحب اور مولوی صاحب دونوں سے یکساں نمونہ کے اقرار نامجات داخل کرائے گئے تھے۔" (عشرہ صفحہ ۱۵۸)

گویا اسکے نزدیک یہ واقعہ درست ہے۔ اب ناظرین غور فرمالیں کہ کیا اس اقرار نامہ میں اس شخص کی ذلت ہے، یا نہیں جس نے سارا زور مار کر علماء ہند و پنجاب سے حضرت کو کافر اور دجال لکھوایا تھا کہ وُہ اب خود اپنی قلم سے لکھ رہا ہے کہ میں ان کو کافر و دجال نہ کہوں گا۔ باقی رہا یہ سوال کہ حضرت نے بھی ایسے اقرار نامہ پر دستخط کئے تھے۔ سو ظاہر ہے کہ حضرت نے کسی کو کافر یا دجال کہنے میں ابتداء نہیں کی۔ ہاں جب ایک شخص نے ابتدا کر کے اپنے کُفر یا دجالیت کا ثبوت دے دیا، اور ایسا کہنے کی ضرورت بھی پیش آئی، تو حضرت نے اسکے فتویٰ کو دُہراتے ہُوئے ایسا کہا تھا۔ اسلئے حضرت کا ایسا اقرار حضور کے مشن کے خلاف نہ تھا۔ اور وحی الٰہی کے ایماء کے ماتحت حضور کو آئندہ موت وغیرہ کی پیشگوئیوں کے متعلق یہی ہدایت تھی۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"ہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ ہمیں بھی آئندہ مَوت اور ذلّت کی پیشگوئی کرنے سے روکا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری کارروائی خود اس وقت سے پہلے ختم ہو چکی تھی کہ جب ڈوئی صاحب کے نوٹس میں ایسا لکھا گیا۔"

(اشتہار "ایک عظیم الشان پیشگوئی کا پُورا ہونا")

پس اس اقرار نامہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دستخط کرنا مولوی محمد حسین بٹالوی کی اخلاقی ذلت کو چُھپا نہیں سکتا۔

چوتھی ذلّت

اسی متذکرہ صدر مقدمہ میں جس کا ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو فیصلہ ہُوا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے حضرت اقدس کے متعلق (Discharge) ڈسچارج کا لفظ لکھا تھا۔ یعنے حضور کو بری کیا گیا۔ مگر مولوی محمد حسین نے یہ دعویٰ کر کے کہ اس کا ترجمہ بری کرنا نہیں ہے اپنی پردہ دری کرائی اُور ذلیل ہُوا۔ یہ ذلت بھی اس کے

غرور علمی کو توڑنے والی تھی۔ اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُوْلِی الْاَلْبَابِ۔

معترض پٹیالوی اس واقعہ کو تسلیم کر کے کہتا ہے کہ "مرزا صاحب باوجود الہامی تفہیم کے بیسیوں الہامی الفاظ کے معنے غلط کرواتے تھے" حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اسکی کوئی نظیر تو پیش کی ہوتی۔ الہامی تفہیم ہو اور پھر لفظی معنے میں غلطی ہو؟ یہ محض جھوٹ ہے۔ ہاں پیشگوئیوں کے متعلق اور ان کے مصداق میں انبیاء کرام سے اجتہادی غلطی ہوتی رہی ہے۔ جیساکہ اصولوں کے ضمن میں شروع فصل میں مذکور ہو چکا ہے۔ مگر نبیوں کی اجتہادی غلطی سے بٹالوی صاحب کی تعلّی کو کیا نسبت؟ یہاں تو بٹالوی اس مقدمہ میں ذلیل ہو کر اس لفظ کا غلط ترجمہ کر کے حضرت کو بدنام کرنا چاہتا تھا۔ سو خود ذلّت کا نشانہ بن گیا۔

معترض کا فقرہ:۔ "مولوی محمد حسین کا لفظ ڈسچارج کا ترجمہ بھی کوئی ذلّت نہیں"۔ (عشرہ ص۵۸) قابل توجہ ہے۔ گویا سب کچھ ہوتا جائے مگر ان صاحبوں کی عزّت میں فرق نہیں آتا۔

پانچویں ذِلّت

گورنمنٹ کو دھوکہ دے کر مولوی محمد حسین بٹالوی نے چند مربعے زمین لے لی۔ یہ خود ایک عالم انسان کے لئے ذلّت ہے کہ زمین کی خاطر ایسے قبیح افعال کا ارتکاب کرے۔ حدیث میں لکھا ہے کہ جس گھر میں ہل داخل ہو جاتا ہے وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری اس حدیث کو اس زمینداری سے متعلق بتاتے ہیں، جو فاتح قوم اختیار کرلے۔ (الہامات ص۱۰۳) لیکن کیا ایک ایسے عالم دین اور ایڈوکیٹ موحدین کے لئے زمین کی طرف جھک جانا باعثِ ذلّت نہیں ہے جو اپنے آپ کو دین کے دفاع کا واحد ذمہ دار سمجھتا تھا؟ ضرور ہے! سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ آپ کا خاندان زمیندار تھا، تاکہ ابو داؤد کی روایت "حَارِث حَرَّاث" کے آپ مصداق ٹھہریں، لیکن حضور علیہ السلام نے اس زمینداری سے مُنہ پھیر کر مشغلۂ علم و دینداری اختیار فرمایا۔ محمد حسین بٹالوی ایک عالم تھا، غیر زمیندار تھا، اس نے علمی مشاغل سے انحراف اختیار کر کے کھیتی باڑی پر قناعت کی۔ یہ صورت اسکے لئے بہرحال ذلّت ہے۔ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ ھُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ پر بھی غور فرمائیں۔

ناظرین کرام! ہم کہانتک ان ذلّتوں کو ذکر کریں جو اس عرصہ میں مولوی محمد حسین پر نازل ہوئیں۔ یہ پانچ ذلّتیں تو وہ ہیں جن کا ذکر مؤلف عشرہ نے بھی کیا ہے۔ اس لئے ہم بھی

فی الحال اِنہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور جس رنگ میں مولوی مذکور اپنی اولاد کی طرف سے ذلیل ہُوا وُہ خود ایک طویل داستان ہے۔ اسلئے ہم اسے چھوڑتے ہیں۔ لیکن مَیں اِس جگہ اِس حلفیہ شہادت کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی محمد حسین صاحب کی وفات سے چند دن بیشتر جب کہ خاکسار راقم الحروف اور دیگر بہت سے احمدی طلبہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ان کی مسجد واقع بٹالہ میں ملے تھے تو انہوں نے اس سوال کے جواب میں کہ "کیا پہلے آپ کی بہت عزّت ہوتی تھی اور اب نہیں ہے؟" نہایت غصّہ کے لہجہ میں کہا تھا کہ "نہ میری پہلے کبھی عزّت ہوئی نہ اب ہے؟" یہ مرزا صاحب نے یُوں ہی لکھ دیا ہے کہ پہلے میری عزّت ہوتی تھی اور اب مَیں ذلیل ہوگیا ہوں۔ سچ ہے۔ اِنِّیْ مُہِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِہَانَتَکَ۔

مولوی محمد حسین صاحب سے میری پہلی مُلاقات

خاکسار خادم ابو العطاء چاہتا ہے کہ اب طبع ثانی کے وقت اس جگہ اس پہلی ایمان افروز ملاقات کا تذکرہ بھی کر دے جو اسے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ حاصل ہوئی تھی۔ بات یُوں ہوئی کہ مجھے مدرسہ احمدیہ کے تعلیمی زمانہ کے اوائل سے ہی یہ خیال تھا کہ مَیں سلسلہ احمدیہ کے پُرانے معاندین سے اُن کی موت سے پہلے پہلے ضرور ملاقات کرلوں۔ ۱۹۱۸/۱۹۱۹ء کی بات ہے کہ مَیں مدرسہ احمدیہ قادیان کی تیسری یا چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ ابھی قادیان میں ریل جاری نہیں ہوئی تھی۔ جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کو بٹالہ ریلوے سٹیشن سے اُتر کر پیدل یا یکّوں وغیرہ کے ذریعہ دار الامان پہنچنا پڑتا تھا۔ جلسہ سالانہ حسب دستور دسمبر کے مہینہ میں ہوتا تھا جو خاصی سردی کا مہینہ ہے۔ احباب جو بستر ہمراہ لاتے تھے انہیں قادیان تک پہنچانے کے لئے گڈوں کا انتظام ہوتا تھا۔ ان بستروں کے انتظامِ ترسیل وحفاظت، نیز مہمانوں کے بٹالہ میں ٹھہرانے، اور ان کے استقبال کے لئے مدرسہ احمدیہ کے طلبہ کا ایک گروہ ہمارے استاد حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل (حال امیر جماعت احمدیہ قادیان) کی سرکردگی میں بٹالہ جایا کرتا تھا۔ سالہا سال تک مجھے بھی اس خدمت کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ ۱۹۱۸ء یا

۱۹۱۹ کی بات ہے کہ ہم طلبہ نے، جن کی تعداد بارہ یا تیرہ تھی، ایک دن صبح کی فراغت کے وقت حضرت مولوی صاحب سے اجازت لی اور ریلوے سٹیشن کے قریب والی اپنی قیامگاہ (سرائے) سے شہر بٹالہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو ملنے چلے گئے۔ اُنکے گھر سے کچھ فاصلہ پر ہمیں مولوی صاحب موصوف کا ایک شاگرد جس نے اپنا نام نذیر احمد بتایا تھا مل گیا۔ وہ بھی طالب علم تھا۔ اُسے ہم سے کچھ اُنس ہوگیا۔ وہ ہمیں مولوی محمد حسین صاحب کے گھر لے گیا۔ اُس نے ہم سے راستہ میں ہی کہہ دیا تھا کہ اگر تم لوگوں نے جاتے ہی بتا دیا کہ ہم قادیان سے آئے ہیں تو مولوی صاحب فوراً ناراض ہو جائیں گے اور تمہیں گفتگو کا موقعہ نہیں مل سکے گا۔ آجکل مولوی صاحب جلد ناراض ہو جاتے ہیں۔ اسلئے یہ نہ بتانا کہ تم قادیان سے آئے ہو۔ ہم نے باہم مشورہ کیا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے آبائی ضلع کا ذکر کر دے گا۔ جب ہم مولوی صاحب کے کمرہ میں داخل ہوئے تو وہ لکھنے میں مصروف تھے۔ چارپائی پر بیٹھے تھے، اُن کے سامنے بنچ پڑے تھے۔ ہم ایک ایک کر کے اندر داخل ہوئے، سلام کہتے۔ مولوی صاحب دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں سے مصافحہ کرتے قلم اُن کے ہاتھ میں تھی۔ سلام کے جواب کے ساتھ ہی ہر ایک سے پُوچھتے کہ کہاں سے آئے ہو؟ ہر ایک طالبعلم طے شدہ سکیم کے مطابق بتلا دیتا کہ مَیں مثلاً گجرات کے ضلع کا رہنے والا ہوں مَیں فیروزپور کے ضلع کا ہوں۔ اتنا کہہ کر وہ جھٹ آگے جا کر بنچ پر بیٹھ جاتا۔ اپنے سب ساتھیوں میں غالباً عمر میں بھی مَیں سب سے چھوٹا تھا اور کمرہ میں داخل ہونے میں بھی سب سے پیچھے تھا۔ مَیں یُونہی داخل ہوُا اور سلام اور مصافحہ کے بعد آگے بڑھ کر بیٹھنے لگا، تو آپ نے پُوچھا کہاں سے آئے ہو؟ مَیں نے کہا کہ مَیں ضلع جالندھر کا رہنے والا ہوں۔ یہ کہا اور جھٹ بنچ پر بیٹھ گیا۔ مجھے جو جگہ ملی، وہ مولوی صاحب کے قریب تر تھی۔ آپ نے مجھ سے دُوسرا سوال کر دیا کہ کیا کام کرتے ہو؟ مَیں نے کہا کہ پڑھتا ہوں۔ انہوں نے تیسرا سوال پُوچھا کہ کہاں پڑھتے ہو؟ مَیں نے کہا کہ قادیان میں پڑھتا ہوں۔ میرا یہ جواب دینا تھا کہ مولوی صاحب کا رنگ بدل گیا اور ناراضگی کے آثار اُن کے چہرہ پر نمایاں ہو گئے۔ نذیر احمد جو ہمیں ساتھ لایا تھا۔ میری

طرف گھور کر دیکھنے لگا۔ مگر مَیں غلط بیانی کس طرح کر سکتا تھا؟

اب مولوی صاحب نے ناراضگی سے اور تحقیر آمیز انداز میں پُوچھا کہ تم میں سے کوئی مولوی سرور شاہ کو جانتا ہے۔ مَیں نے قریب ہونے کے باعث فوراً کہہ دیا کہ وُہ ہمارے اُستاد ہیں ہم سب اُن کو جانتے ہیں۔ پھر پُوچھا کہ تم میں سے کوئی مجھے بھی جانتا ہے۔ مَیں نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتابوں میں آپکا خُوب ذکر فرمایا ہے ہم سب آپکو جانتے ہیں۔ کہنے لگے کہ نہیں میری مُراد یہ ہے کہ کوئی ایسا بھی ہے جسے مَیں بھی جانتا ہوں۔ مَیں نے عرض کیا کہ یہ تو آپ خود ہی بتا سکتے ہیں ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ مولوی صاحب کہنے لگے کہ تم ذرا بیٹھو مَیں یہ خط لکھ رہا ہوں مجھے مولوی سرور شاہ صاحب کا ایک خط آیا ہے یہ اس کا جواب ہے۔ لکھ کر تمہیں سُناتا ہوں۔ انہوں نے اپنا جواب مکمل کیا، پھر اسکی نقل کی۔ بعد ازاں ایک نقل مجھے دی اور دوسری ہمارے ساتھی مولوی ناصر الدین صاحب کو دی تاکہ مقابلہ کر لیا جائے۔ اور فرمانے لگے کہ تم پڑھتے جاؤ مَیں تمہیں سمجھاتا جاؤں گا۔

واقعہ یُوں ہُوا تھا کہ استاذنا المکرم حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ اس سال افسر جلسہ سالانہ تھے۔ آپنے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو خط لکھا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ:۔

> مولوی صاحب! آپ نے کہا تھا کہ مَیں نے ہی مرزا صاحب کو اُونچا کیا ہے اور مَیں ہی ان کو گراؤں گا۔ آپ نے اس سلسلہ میں انتہائی کوشش کر لی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال پر بھی اب دس گیارہ برس بیت چکے ہیں۔ گویا آپ کو مخالفت میں پُورا زور لگانے کا لمبا اور کُھلا موقعہ مل گیا ہے۔ اب ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر کو قادیان میں جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ہے۔ مَیں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ تھوڑی دیر کے لئے قادیان تشریف لا کر آخری عمر میں یہ دیکھ جائیں کہ جس مسیح موعودؑ کو آپ گرانا چاہتے تھے، آج اس کی کتنی قبولیت ہو چکی ہے؟ حضرت مولوی صاحب نے اپنے

خط میں مولوی محمد حسین صاحب کو یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ اگر آپ آنا منظور کریں گے تو مَیں موٹر کار بھجوا دُوں گا۔ جس پر آپ چکّر لگا کر واپس جا سکیں گے۔

اِس لطیف اور ایمان افروز مکتوب کے جواب میں مولوی محمد حسین صاحب نے جو کچھ لکھا تھا۔ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ:۔

مَیں آپ کی اِس دعوت کو منظور نہیں کر سکتا اور نہ ہی مَیں قادیان آنے کے لئے تیار ہوں۔ حدیث میں ہے لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ۔ باقی آپ کا یہ استدلال کہ چُونکہ مرزا صاحب کے ماننے والے بڑھ گئے ہیں اسلئے وُہ سچے مسیح موعود ہیں اسلئے غلط ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں تو ساری دُنیا کے لوگوں کا مسلمان ہو جانا لازمی ہے۔ اور ابھی تک تو قادیان میں بھی ہندو اور سکھ موجود ہیں۔

مولوی محمد حسین صاحب نے اپنے جوابی خط میں "مرزائی" کا لفظ استعمال کیا تھا۔ اسکی تشریح میں کہا کہ مرزا صاحب کو ہم احمد نہیں مانتے، اسلئے ان کے پیروؤں کو احمدی نہیں کہہ سکتے البتہ ان کو مرزا مانتے ہیں اس لئے ان کے ماننے والوں کو مرزائی کہیں گے۔ اُن سے کہا گیا کہ مرزے تو دُنیا میں ہزاروں ہیں۔ اس سے تو کوئی تعیین نہیں ہوتی۔ کہنے لگے آگے چلو۔ جب مولوی صاحب نے کہا کہ مسیح کے آنے پر سب لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ تو مَیں نے کہا کہ کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر قوت قدسیہ کے مالک ہونگے؟ آنحضرتؐ کی بعثت پر چودہ سو برس گذرنے کے باوجود تو سارے لوگ مسلمان نہیں ہوئے؟ نیز قرآن مجید میں تو لکھا ہے۔ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ کہ قیامت کے دن تک یہودی مغلوب رہیں گے۔ اگر اُن کا وجود ہی نہ ہوگا تو وُہ مغلوب کیسے ہونگے؟ مولوی صاحب نے جھنجھلا کر فرمایا: تمہیں قادیان میں قرآن درست نہیں پڑھایا جاتا۔ آیت میں محذوف ہے جس کا تم کو پتہ نہیں۔ مَیں نے کہا آپ بتا دیں کہ وُہ کیا محذوف ہے؟

کہنے لگے کہ آیت میں لفظ "مادامواھوداًاونصاریٰ" محذوف ہے یعنی جب تک یہودی یہودی رہیں گے وہ مغلوب رہیں گے اور جب تک عیسائی عیسائی رہیں گے وہ غالب ہونگے۔ مَیں نے پھر کہا کہ جناب اس محذوف سے بھی بات نہیں بن سکتی کیونکہ آیت میں صاف طور پر "اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ" لکھا ہے۔ پس آپ کے معنوں کے رُو سے یہودیوں اور عیسائیوں کا قیامت تک رہنا ضروری ہے۔ میرے اس بیان پر مولوی صاحب بالکل بے قابو ہو گئے اور کہنے لگے کہ اب تم چلے جاؤ۔ مَیں نے کھانا کھانا ہے۔ ہم نے کہا کہ ہم نے سٹیشن پر جاکر کھانا کھانا ہے' آپ یہ ایک مسئلہ تو حل فرما دیں۔ ناراض ہو کر کہنے لگے کہ تم لوگوں کے دماغ سمجھنے کے قابل نہیں' تمہیں ثناء اللہ ہی سمجھائے گا۔ یہ کہا اور آپ اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ مَیں نے کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب تو اپنے اخبار اہل حدیث میں آپ کے متعلق بھی بہت کچھ لکھتے رہتے ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کہا کہ ہاں وُہ ہے تو میرا شاگرد مگر ہے نافرمان! مَیں نے کہا کہ ایسے نافرمان شاگردوں کی طرف ہمیں نہ بھیجیں خود سمجھائیں۔ کہنے لگے کہ تم لوگ سمجھ ہی نہیں سکتے۔ آخر مولوی صاحب نے ہمیں نکال کر اندر سے کُنڈی بند کر لی۔ اور ہم خوشی خوشی اپنی قیامگاہ پر آ گئے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی قبر

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ ان کی زندگی میں جو ہوُا، اس کی تفصیل کے لئے حضرت میر قاسم علی صاحبؓ مرحوم ایڈیٹر فاروق قادیان کا رسالہ "بطالوی کا انجام" قابل دید مرقع ہے۔ مگر اسلئے کہ بات ادھوری نہ رہ جائے مَیں مولوی صاحب کی قبر کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا تھا ؎

ھُمْ یَذْکُرُوْنَکَ لَاعِنِیْنَ وَذِکْرُنَا
فِی الصَّالِحَاتِ یُعَدُّ بَعْدَ فَنَاءٖ (انجام آتھم ص۲۷۲)

کہ آئندہ لوگ تجھے لعنت سے یاد کریں گے اور ہمارا ذکر مرنے کے بعد بھی

صالحات میں شمار ہوگا"

واقعہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد مولوی صاحب ایسی جگہ دفن کئے گئے جو ناقابلِ ذکر ہے۔ اور اب تقسیم ملک کے بعد تو شہر بٹالہ کے مسلمانوں سے کلیۃً خالی ہو جانے کے باعث، اُن کی قبر بالکل بے نام ونشان ہوگئی ہے۔ مجھے پاکستان سے قادیان جانے کا متعدد بار موقعہ ملا ہے۔ مَیں نے ایک مرتبہ بٹالہ جا کر خاص کوشش اور بڑی مشکل سے مولوی صاحب کی قبر کی جگہ کا پتہ لگایا تھا۔

اُدھر قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مزار بہشتی مقبرہ میں ہے اور جماعت احمدیہ کی خاصی تعداد قادیان میں موجود ہے۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان بدستور قائم ہے اور تبلیغ و تربیت کا سلسلہ پوری شوکت سے جاری ہے۔ اور سالانہ جلسہ کے ایام میں آج بھی دُور دراز سے سینکڑوں لوگ قادیان پہنچتے ہیں اور ہر وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبر پر اسلام کی ترقی اور آپ کے درجات کی بلندی کیلئے دُعائیں ہو رہی ہیں۔

اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر آج کے رُوحانی نظارہ کا مولوی محمد حسین کی قبر کی موجودہ زبوں حالی سے موازنہ کیا جائے تو آج بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا غیر معمولی نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ اے کاش لوگ آنکھیں کھولیں!

سہ سالہ نشان کی پیشگوئی

معترض پٹیالوی نے چھٹے نمبر پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار ۱۵ر نومبر ۱۸۹۹ء سے یہ دُعا نقل کی ہے کہ:۔

"اگر مَیں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا اور اپنے بندے کے لئے گواہی دے . . . . ان تین سال میں جو اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے۔ کوئی ایسا نشان دکھلا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔"

اور پھر لکھا ہے کہ "یہ تین سال بھی خالی گزر گئے۔ اور کوئی نشان آسمانی جو

انسانی ہاتھوں سے بالا تر ہو نہیں دکھایا گیا۔" (عشرہ صفحہ ۱۶۰)

ناظرین کرام! ہمیں اپنی طرف سے اس اعتراض کے جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ عشرہ کاملہ طبع دوم کے حاشیہ پر معترض نے لکھ دیا ہے کہ :۔

"البتہ ایک رسالہ بنام اعجاز احمدی مرزا صاحب نے لکھ کر مولوی ثناء اللہ کے پاس ضرور بھیجا۔ اور لکھا کہ اس کا جواب ۲۰ یوم کے اندر اندر لکھ کر بھیجو۔ اس سے پیشگوئی سہ سالہ پوری ہوگئی۔" (حاشیہ صفحہ ۱۶۰ عشرہ)

اعجاز احمدی کے متعلق ہم فصل پنجم میں مفصل بحث کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کی دُعا کو قبول فرما کر حضور کو وُہ نشان دیا جس نے دشمنوں کو عاجز و لاجواب کر دیا۔ ہاں اگر محض بیس یوم کی وجہ سے آپ کو اس کے معجزہ ہونے میں شک ہے۔ تو حضرت امام غزالی کے یہ الفاظ پڑھ لو۔ تحریر فرمایا کہ :۔

"اگر کوئی نبی یُوں کہے کہ میری صداقت کی علامت یہ ہے کہ مَیں اپنی انگلی کو حرکت دیتا ہوں اور اس وقت تم اپنی انگلیوں کو حرکت نہیں دے سکو گے۔ حالانکہ دُوسرے وقتوں میں تم سے ہر ایک یہ کام کر سکتا ہے۔ اور جب دیکھا گیا تو ایسا ہی ہوُا۔ یعنی اس نبی نے اپنی انگلی کو حرکت دے دی اور دوسرے لوگ نہ دے سکے۔ تو کیا اسکو معجزہ نہیں کہا جائیگا؟ ضرور کہا جائیگا۔" (علم الکلام صفحہ ۱۶۷ از بحر الاقتصاد)

عیسٰی پرستی کا ستون کس طرح ٹوٹا؟ ساتویں نمبر پر معترض نے اخبار بدر ۱۹ر جولائی ۱۹۰۶ء سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں :۔

"میرا کام جس کیلئے مَیں اس میدان میں کھڑا ہوں۔ یہی ہے کہ عیسٰی پرستی کے ستون کو توڑ دوں، اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت اور عظمت اور شان دُنیا پر ظاہر کروں۔ پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آوے تو مَیں جھوٹا ہوں۔ پس دُنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے، وہ انجام کو کیوں

نہیں دیکھتی۔ اگر مَیں نے اسلام کی حمایت میں وُہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود مہدی معہود کو کرنا چاہیئے تو پھر مَیں سچا ہوں۔ اور اگر کچھ نہ ہُوا اور مرگیا، تو پھر سب گواہ رہیں کہ مَیں جھوٹا ہوں۔" (عشرہ ص۱۶)

اِس عبارت کو نقل کر کے معترض کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ اسلامی ملکوں کی حالت اور بھی ابتر ہوگئی ہے۔

الجواب ۱ حضرت اقدس نے اس عبارت میں دعویٰ فرمایا ہے کہ مَیں وُہی کام کروں گا جو مسیح موعود کے لئے کرنا ضروری ہے، اور وہ کسرِ صلیب ہے۔ سو سب سے پہلے یہ یاد رکھیئے کہ مسیح موعود کا کسرِ صلیب کرنا کن معنوں سے ہے؟ زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں، ایک حوالہ درج کرتا ہوں۔ لکھا ہے:۔

"فُتِحَ لِیْ هُنَا مَعْنًی مِنَ الْفَیْضِ الْاِلٰهِیِّ وَهُوَ اَنَّ الْمُرَادَ مِنْ کَسْرِ الصَّلِیْبِ اِظْهَارُ کِذْبِ النَّصَارٰی حَیْثُ ادَّعَوْا اَنَّ الْیَهُوْدَ صَلَبُوْا عِیْسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَشَبٍ فَاَخْبَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِهِ الْعَزِیْزِ بِکِذْبِهِمْ وَافْتِرَائِهِمْ۔" (عمدة القاری فی شرح البخاری جلد ۵ ص۵۴۴ مطبوعہ مصر)

"یعنے شارح فرماتے ہیں کہ مجھے کسرِ صلیب کے معنے الہاماً بتائے گئے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ مسیح موعود آکر نصاریٰ کے اس کذب کا خوب اظہار کر دے گا، جو وُہ کہتے ہیں کہ یہود نے حضرت مسیحؑ کو صلیب پر مار دِیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بھی اُن کے کذب اور جھُوٹ کی خبر دی ہے۔"

بات صاف ہے کہ حضرت اقدسؑ نے مسیح موعود کا مفوضہ کام کرنا تھا اور وہ کسرِ صلیب ہے، یعنے مسیح کی صلیبی موت کا ابطال۔ پھر یہ امر بھی اظہر من الشمس ہے کہ جس رنگ میں حضرت نے کسرِ صلیب کی ہے وُہ قرآن مجید کی روشنی میں بےنظیر و بےمثال ہے۔ لہٰذا اعتراض باطل ہے۔

الجواب ۲ اگر مکذب نے اس اقتباس سے یہ سمجھا ہے کہ حضرت کا دعویٰ یہ ہے کہ میری زندگی میں سب لوگ مسلمان ہو جائیں گے تو یہ خود اسکی غلطی ہے۔ اس عبارت کا

یہ مطلب نہیں۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے تحریر فرمایا ہے :۔

(۱) "اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان (انبیاء) کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور جس راستبازی کو دُنیا میں وُہ پھیلانا چاہتے ہیں، اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل انہی کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔" (الوصیّت صہ ۵)

(۲) " مَیں نہیں کہہ سکتا کہ پُورے طور پر ترقّی اسلام کی میری زندگی میں ہوگی، یا میرے بعد۔ ہاں میں خیال کرتا ہوں کہ پُوری ترقی دین کی کسی نبی کی عین حیات میں نہیں ہوئی۔ بلکہ انبیاء کا کام یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے ترقی کا کسی قدر نمونہ دکھلا دیا۔ اور پھر بعد اُن کے ترقّیاں ظہور میں آئیں۔ جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام دُنیا کے لئے اور ہر ایک اسود اور احمر کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ مگر آپ کی حیات میں احمر یعنے یورپ کی قوم کو تو اسلام سے کچھ بھی حصّہ نہ ملا۔ ایک بھی مسلمان نہیں ہوا۔ اور جو اسود تھے اُن میں سے صرف جزیرۂ عرب میں اسلام پھیلا۔ اور مکّہ کی فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ سو مَیں خیال کرتا ہوں کہ میری نسبت بھی ایسا ہی ہوگا۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم صہ ۱۹۳)

(۳) "یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اَب زندہ موجود ہیں، وُہ تمام مریں گے۔ اور کوئی اُن میں سے عیسٰے بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھیگا۔ اور پھر اُن کی اولاد جو باقی رہے گی وُہ بھی مرے گی۔ اور اُن میں سے کوئی آدمی عیسٰے بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی، اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خُدا اُن کے دِلوں میں گھبراہٹ ڈالیگا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا، اور دُنیا دُوسرے رنگ میں آگئی، مگر مریم کا بیٹا عیسٰے اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یکدفعہ

اِس عقیدہ سے بیزار ہو جاویں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پُوری نہیں ہوگی کہ عیسےٰ کے انتظار کرنے والے، کیا مُسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اِس جھُوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے۔ اور دُنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وُہ تخم بویا گیا اور اب بڑھے گا، اور پھُولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۵)

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ نے اسلام کے کامل غلبہ کے لئے تین صدیاں مقرر فرمائی ہیں اور اپنے آپکو تخم ریزی کرنے والا قرار دیا ہے۔ آثار سے بھی ظاہر ہے کہ خدا کے یہ نوشتے یقیناً پُورے ہونگے۔ بہر حال معترض کا اعتراض باطل ہے۔

الجواب ۳ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ اور پھر بخاری شریف میں بھی لکھا ہے۔ لَنْ يَّقْبِضَهٗ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَآءَ (جلد ۳ صفحہ ۱۳۶) اللہ تعالیٰ آپؐ کو وفات نہ دے گا۔ جب تک کہ ٹیڑھے دینوں کو درست نہ کر دیوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَنَا الْمَاحِيْ الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْكُفْرَ۔ میں وُہ الماحی ہوں جسکے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کُفر کو مٹا دیگا۔ کیا سارا کُفر مٹ گیا؟

زرقانی میں لکھا ہے:۔

"فِيْ فَتْحِ الْبَارِيْ اُسْتُشْكِلَ بِاَنَّهٗ مَا انْمَحٰى مِنْ جَمِيْعِ الْبِلَادِ وَاُجِيْبَ بِحَمْلِهٖ عَلَى الْاَغْلَبِ اَوْ عَلٰى جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ اَوْ اَنَّهٗ يُمْحٰى بِسَبَبِهٖ اَوَّلًا فَاَوَّلًا اِلٰى اَنْ يَّضْمَحِلَّ فِيْ زَمَنِ عِيْسٰى" (زرقانی شرح موطا جلد ۴۔ صفحہ ۲۵۰)

"یعنے فتح الباری میں اشکال پیش کیا گیا ہے کہ ہنوز کفر سب شہروں سے تو محو نہیں ہُوا۔ اسکے تین جواب ہیں۔ (۱) کفر کا اکثری محو مُراد ہے۔ (۲) صرف جزیرہ عرب مُراد تھا۔ (۳) آنحضرتؐ کے ذریعہ سے آہستہ آہستہ کفر مٹ رہا ہے۔ یہانتک کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ (تین صدیوں) میں بالکل مضمحل ہو جائے گا۔"

ناظرین! ظاہر ہے کہ اس قسم کے انتہائی مواعید کا ظہور تدریجاً ہوا کرتا ہے اور پیشگوئی کا صدق بلحاظ انجام ظاہر ہُوا کرتا ہے۔ قرآن مجید کی آیت أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا أَفَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝ (الانبیاء ع) بھی تدریجی غلبہ کی شہادت دے رہی ہے۔ ہمارے حضرت نے بھی تحریر فرمایا ہے :-

"خداتعالیٰ مجھے یوسفؑ قرار دے کر یہ اشارہ فرماتا ہے کہ اس جگہ بھی مَیں ایسا ہی کروں گا۔ اسلام اور غیر اسلام میں رُوحانی غذا کا قحط ڈال دُونگا، اور رُوحانی زندگی کے ڈھونڈھنے والے بجُز اس سلسلہ کے کسی جگہ آرام نہ پائیں گے، اور ہر فرقہ سے آسمانی برکتیں چھین لی جائیں گی۔ اور اس بندۂ درگاہ پر جو بول رہا ہے، ہر ایک نشان کا انعام ہوگا۔ پس وُہ لوگ جو اِس رُوحانی مَوت سے بچنا چاہیں گے، وُہ اسی بندۂ حضرت عالی کیطرف رجُوع کریں گے۔" (نصرۃ الحق صفحہ ۷۸، ۷۹)

الجواب ۳۲ مندرجہ بالا اقتباس میں حضرت نے فرمایا کہ "اگر کچھ نہ ہُوا، اور مر گیا تو سب گواہ رہیں کہ مَیں جھُوٹا ہوں۔" اس سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت کی زندگی میں اس کام کی تکمیل مقدر نہ تھی بلکہ "کچھ ہونا" مقدر تھا۔ چنانچہ دنیا گواہ ہے کہ حضرت اقدسؑ نے عیسائیت کے خلاف کس قدر لٹریچر چھوڑا ہے، اور کس طرح سے صلیبی ستون کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے۔ نشانات، معجزات، اور معقولات کے ساتھ عیسائیوں کو ساکت کر دیا، حتیٰ کہ آج غیر احمدی علماء اور مناظر بھی اس چشمہ سے حاصل کر کے نصاریٰ کا مقابلہ کرتے اور اسی مقدس انسان کے دلائل کے شرمندۂ احسان ہیں۔ افسوس اُن پر جو ژرف نگاہی سے کام نہ لیں۔ اور خواہ مخواہ اعتراض کر دیں۔ جاؤ کسی پادری سے کہو کہ احمدیوں کے ساتھ بحث کرو۔ تو اوّل تو وُہ صاف انکار کر دیگا، اگر وُہ صاف انکار نہ بھی کرے، تو حیل و حجت سے ضرور کام لے گا۔ یہ میرا ذاتی تجربہ بھی ہےؔ۔ الغرض حضرت اقدس کے اِس اقتباس پر

ؔ طبع ثانی ۱۹۶۳ء) سے ڈیڑھ سال قبل سے مَیں سلسلہ احمدیہ کا ایک ادنیٰ خادم، ماہنامہ الفرقان میں پاکستان و ہندوستان کے جملہ پادریوں کو حضرت مسیح کی صلیبی موت کے بارے میں تحریری مناظرہ کے لئے مسلسل چیلنج دے رہا ہوں، مگر کسی پادری کو اسے قبول کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی۔ کیا یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کاسرالصّلیب ہونے کا واضح ثبوت نہیں۔ تفصیل کے لئے الفرقان دسمبر ۶۲ء تا جون ۱۹۶۳ء ملاحظہ فرمائیں۔ (ابوالعطاء)

کسی رنگ سے بھی کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا۔ وھو المطلوب۔

دعوائے نبوت

اس آٹھویں نمبر پر پٹیالوی صاحب نے پھر وہی بات پیش کردی ہے کہ حضرت نے پہلے دعوئے نبوت کو کفر قرار دیا۔ اور پھر خود دعویٰ کر دیا۔ ہم اس کا جواب گذشتہ فصول میں مفصل لکھ آئے ہیں۔ یعنے حضرت نے شریعت والی نبوت کا دعویٰ، جو قرآن کو منسوخ کرے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے کلمہ کو بیکار کردے، کفر قرار دیا ہے۔ حضرت نے اخیر دم تک اس قسم کا کوئی دعویٰ نہیں فرمایا۔ ہاں غیر تشریعی نبوّت کا دعویٰ ہے جسے ظلّی نبوّت قرار دیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی میں حاصل ہوتی ہے، اس کو آپ نے کبھی کفر قرار نہیں دیا۔ کیونکہ وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی علو مرتبت کی دلیل ہے۔ فلا اعتراض۔

ڈاکٹر عبد الحکیم کے متعلق پیشگوئی

نویں نمبر پر معترض پٹیالوی نے ڈاکٹر عبد الحکیم مرتد کے متعلق پیشگوئی کا ذکر کیا ہے۔ نیز اسکی پیشگوئی دربارہ حضرت اقدس کو بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ڈاکٹر عبد الحکیم کے متعلق تحریر فرمایا ہے:-

"خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں۔ اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں، اُن پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔ پر تُو نے وقت کو نہ پہچانا نہ دیکھا نہ جانا۔

رَبِّ فَرِّقْ بَیْنَ صَادِقٍ وَّکَاذِبٍ اَنْتَ تَرٰی کُلَّ مُصْلِحٍ وَّصَادِقٍ (عشرہ ۱۶۲)

یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ دُنیا کو خوب معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقبول کون ثابت ہوا۔ اور کس کو قبولیت حاصل ہوئی اور ہو رہی ہے۔ عبد الحکیم کا الہام تھا اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی رسالت کے الہام نازل ہوئے تھے۔ اب بتاؤ کس کی رسالت مانی گئی، اور کس کو رسُول تسلیم کیا گیا۔ اور کون راندۂ درگاہ ہوگیا؟ کیا عبد الحکیم پٹیالوی کو رسُول ماننے والا ایک فرد بھی رُوئے زمین پر موجود ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو ماننے والے دُنیا کے تمام ممالک میں

موجود ہیں اور روز بروز بڑھ رہے ہیں۔ اب سوچو کہ کون غالب آیا؟ کیا عبد الحکیم نے اپنی مزوّرانہ کارروائیوں سے اِس سلسلہ کو مٹا دیا؟ عبد الحکیم سِل سے عرصہ تک مسلول رہ کر زاویۂ عدم میں مخفی ہوگیا اور فرشتوں کی کھنچی ہوئی تلوار (سَیْفِ مَسْلُوْل) کا نشانہ بن گیا۔ اور صادق اور کاذب میں کُھلا کُھلا فرق ہوگیا۔ حضرت کی پیشگوئی پُوری ہوگئی۔

ڈاکٹر عبد الحکیم کی پیشگوئی

ڈاکٹر پٹیالوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کئی پیشگوئیاں دربارہ موت کیں۔ مگر کب؟ جب حضرت اقدسؑ نے اپنے رسالہ الوصیّت دسمبر ۱۹۰۵ء میں پہلے لکھ دیا تھا کہ:۔

"خدائے عزّ وجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانۂ وفات نزدیک ہے اور اِس بارے میں اُس کی وحی اس قدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا۔ اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا۔" (الوصیّت ص۲)

گویا جب حضرت نے یہ شائع کیا تو عبد الحکیم کے شیطان نے بھی اُس کو القاء کرنے شروع کر دئے۔ چنانچہ اوّلاً اُس نے لکھا کہ حضرت کی وفات کی میعاد تین سال ہے (عشرہ ص۱۶۳)
پھر لکھا کہ:۔ "جولائی ۱۹۰۶ء سے ۱۴ ماہ تک مرزا مرجائیگا۔" (عشرہ ص۱۶۴)
مصنّف عشرہ کہتے ہیں کہ:۔ "اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے ایک اور الہام شائع کیا کہ مرزا ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک مرجائے گا۔" (عشرہ ص۱۶۴)
گویا معترض پٹیالوی نے ڈاکٹر عبد الحکیم کے تین الہامات کا ذکر کیا ہے۔ پہلے اُس نے حضرت کی وفات کیلئے تین سال اور ۱۴ مہینے اور پھر ۴ اگست تک کی پیشگوئی کی۔ اور یہ سب تغیّر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے شائع ہونے والے الہامات کو دیکھ کر کیا جاتا رہا۔ معترض پٹیالوی نے لکھا ہے:۔

"ڈاکٹر صاحب کی پیشگوئیوں کے مطابق مرزا صاحب نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو بمقام لاہور انتقال کیا۔" (عشرہ ص۱۶۴)

ہمیں معترض کی پیش کردہ ترتیب پیشگوئیوں کے ساتھ اتفاق ہے لیکن یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال مُرتد پٹیالوی کی پیشگوئیوں کے مطابق ہوا صریح

جھوٹ ہے۔ کیونکہ مُرتد مذکور نے ان ہر سہ پیشگوئیوں پر ہی کفایت نہیں کی بلکہ ان سب کے اخیر پر حضرت کی وفات کا دن بھی مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ اس کا ثبوت ڈاکٹر عبد الحکیم کا خط ہے۔ جو پیسہ اخبار اور اہلحدیث میں شائع ہوا اور وہ یہ ہے :۔

"مکرم بندہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ"۔ میرے الہامات جدیدہ جو مرزا غلام احمد کے متعلق ہیں۔ اپنے اخبار میں شائع فرما کر ممنون فرماویں

(۱) مرزا ۲۱ رساون سمت ۱۹۶۵ کو مرض مہلک میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔

(۲) مرزا کے کنبہ میں سے ایک بڑی معرکۃ الآرا عورت مر جائے گی۔ والسلام

خاکسار عبد الحکیم خاں۔ ایم۔ بی پٹیالہ ۸ رمئی ۱۹۰۸ء"

(روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۱۵ رمئی ۱۹۰۸ء صلا کالم ملا)

(۲) مولوی ثناء اللہ امرتسری نے لکھا تھا کہ :۔

"آہ! ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ ہمارا اس خبر کے شائع کرنے سے دل دُکھتا ہے مگر کیا کریں واقعات کا اظہار ہے۔ ہمارا ماتھا تو اُسی وقت اس بد خبر کے سُننے کے لئے ٹھنکا تھا جب مرزا صاحب نے اپنا آخری وصیت نامہ شائع کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ مجھے وحی الٰہی نے متنبہ کر دیا ہے کہ جلدی وہ زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ کہیں گے خس کم جہاں پاک۔ لیکن تاہم ہم قانونِ خداوندی دیمد ھمر ف طخیانھم پر نظر ڈال کر ایسے جلدی کے متوقع نہ تھے جتنی جلدی کی خبر ہم کو آج ہمارے دوست ڈاکٹر عبد الحکیم خاں صاحب پٹیالوی نے سُنائی ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔ "مرزا قادیانی کے متعلق میرے الہامات ذیل . . . شائع فرما کر ممنون فرماویں (۱) مرزا ۲۱ رساون سمت ۱۹۶۵ (۴ راگست ۱۹۰۸ء) کو مرض مہلک میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائیگا۔ (۲) مرزا کے کنبہ میں سے ایک بڑی معرکۃ الآرا عورت مر جائے گی۔" (اہلحدیث ۱۵ رمئی ۱۹۰۸ء صلا)

ہم اس جگہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی یاوہ گوئی کو نظر انداز کرتے ہوئے اصل مضمون

کے متعلق یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مُرتد مذکور نے مورخہ ۸ رمئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدسؑ کی وفات کا دن ۴ر اگست ۱۹۰۸ء مقرر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرما چکا تھا کہ میں اسکو جھوٹا کرونگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا کہ حضرت کا وصال ۴ر اگست ۱۹۰۸ء کی بجائے ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو ہوگیا۔ اور عبدالحکیم کی بات غلط ثابت ہوگئی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشگوئی اتنی واضح طور پر جھوٹی نکلی کہ مولوی ثناء اللہ ایسے معاند کو بھی لکھنا پڑا کہ :-

"ہم خدا لگتی کہنے سے رُک نہیں سکتے کہ ڈاکٹر صاحب اگر اسپر بس کرتے یعنے چودہ ماہیہ پر۔ اور پیشگوئی کر کے مرزا کی موت کی تاریخ مقرر نہ کر دیتے جیساکہ انہوں نے کیا۔ چنانچہ ۱۵ رمئی کے اہلحدیث میں ان کے الہامات درج ہیں کہ ۲۱ ساون یعنے ۴ اگست ۱۹۰۸ء کو مرزا مریگا تو آج وہ اعتراض نہ ہوتا جو معزز ایڈیٹر پیسہ اخبار نے ۲۷ر کے روزانہ پیسہ اخبار میں ڈاکٹر صاحب کے اس الہام پر چھتا ہُوا کیا ہے کہ ۲۱ ساون کو کی بجائے ۲۱ ساون تک ہوتا تو خوب ہوتا۔ غرض سابقہ پیشگوئی سہ سالہ اور چودہ ماہیہ کو اسی اجمال پر چھوڑے رہتے۔ اور ان کے بعد میعاد کے اندر تاریخ کا تقرر نہ کر دیتے، تو آج یہ اعتراض پیدا نہ ہوتا" (اہلحدیث ۱۲ر جون ۱۹۰۸ء ص)

یہ شہادت جو احمدیت کے بدترین معاند کی ہے، صاف بتا رہی ہے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشگوئی غلط، جھوٹ اور باطل ثابت ہوئی ہے۔ افسوس کہ معترض پٹیالوی ہنوز یہی کہہ رہا ہے کہ حضرت اقدس کا انتقال ڈاکٹر مذکور کی پیشگوئیوں کے مطابق ہُوا۔

ضروری نوٹ معترض پٹیالوی نے اس جگہ مرتد پٹیالوی کی آخری اور تمام پہلی پیشگوئیوں کی ناسخ یعنے ۴ر اگست کو والی پیشگوئی کا ذکر نہیں کیا۔ جو ایک صریح اور کھلی خیانت ہے۔ کیا تحقیق کی یہی راہ ہُوا کرتی ہے؟

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی وفات کے قریب ہونے کا اعلان کیا۔ جس پر ڈاکٹر مُرتد نے اپنے الہامات سُنانے شروع کئے۔ جب اُس نے چودہ ماہیہ پیشگوئی کی تو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السّلام کو بتلایا کہ اگرچہ آپ کی موت کا زمانہ آچکا ہے

لیکن میں بہرحال عبد الحکیم کو جھوٹا کرونگا اور تیری عمر کو بڑھا دُونگا۔ (تبصرہ ۵ر نومبر)
گویا یہ عمر کا بڑھانا۔ اور اس طرح عبد الحکیم کو جھوٹا ثابت کرنا اسی صورت میں
مقدّر تھا کہ جب وُہ اپنی اس چودہ ماہیہ پیشگوئی پر قائم رہتا۔ گویا بالکل دَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ
فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ (آل عمران)
والی پیشگوئی کی مثال ہے۔ یاد رہے کہ اصل مقصد عبد الحکیم کو جھوٹا کرنا تھا۔ تین سال اور
چودہ ماہ کی پیشگوئی کے بعد اُس نے ۴ر اگست تک والی پیشگوئی کردی۔ جس کو حضرت
اقدسؑ نے بھی اپنی کتاب چشمۂ معرفت میں ذکر فرمایا ہے، اور بالمقابل عبد الحکیم کی ناکامی کا
تذکرہ کیا ہے۔ ڈاکٹر عبد الحکیم اپنی اس "۴ر اگست تک" والی پیشگوئی پر بھی قائم نہ رہا
اُس نے جھٹ ۱۵ر مئی کو "۴ر اگست تک" کی بجائے "۴ر اگست کو" کی پیشگوئی کردی۔
گویا اللہ تعالیٰ نے اُس کو ہر طرح سے جھوٹا کر دیا۔ وَهُوَ الْمُرَاد۔

ناظرین کرام! اس تفصیل سے آپ پر ظاہر ہوگیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے
ڈاکٹر عبد الحکیم کے متعلق جو پیشگوئی فرمائی تھی وُہ ہُو بہو پُوری ہُوئی۔ لیکن ڈاکٹر عبد الحکیم کی
پیشگوئی باطل اور محض دروغ ثابت ہوئی۔ اَلْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ کا نظارہ دُنیا نے
دیکھ لیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ[1]

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

معترض پٹیالوی نے پیشگوئیوں پر اعتراضات کے سلسلہ میں اس فصل کے دسویں نمبر پر
مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے ساتھ "آخری فیصلہ" کو ذکر کیا ہے[2]۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مورخہ ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار بعنوان
"مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" شائع فرمایا تھا۔ یہ اشتہار اس مسلسل مقابلہ

---

[1] عبد الحکیم کی پیشگوئی کے سلسلے میں جناب میر قاسم علی صاحب مرحوم ایڈیٹر فاروق قادیان کا رسالہ "بلّم ثانی" قابلِ دید ہے۔ (مؤلف)

[2] ہمارے مندرجہ ذیل بیانات میں معترض پٹیالوی کے اعتراضات کے علاوہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے رسالہ "فیصلہ مرزا" کا بھی مکمل جواب شامل ہے۔ (ابو العطاء)

کی آخری کڑی تھی۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی ابتداء سے آپ کے اور علماء بالخصوص مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے درمیان جاری تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی اور آپ کا طریق کار ہُوبہو نبیوں کی زندگی اور اُن کا طریق کار تھا۔ آپ نے منہاج نبوّت کے مطابق اپنے معاندین پر منقولی و معقولی دلائل سے اتمام حجت کرنے کے بعد اُن کو مباہلہ کی بھی دعوت دی۔ آپ نے شروع ۱۸۹۷ء میں اپنی کتاب انجام آتھم میں ہندوستان بھر کے علماء و مشائخ کو نام بنام دعوتِ مباہلہ دی اور لکھا:۔

"مَیں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دُعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے کہ جب تمام وُہ لوگ جو مباہلہ کے میدان میں بالمقابل آویں، ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی رہا تو مَیں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا۔ اگرچہ وُہ ہزار ہوں یا دو ہزار" (ص۶۶)

بالآخر علماء کو برانگیختہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

"گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان! کہ خدا کی لعنت اُس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو۔ اور نہ تکفیر اور توہین چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہو۔ اور اے مومنو! برائے خدا تم سب کہو۔ آمین" (ص۶۷)

ان ہر دو عبارتوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنی صداقت پر یقینِ تام اور مباہلہ کے ذریعہ سے فیصلہ کرنے کی زبردست تحدی عیاں ہے اور یہ خود حضورؑ کی سچائی پر برہان قاطع ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ وَلَا یَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ (الجمعہ ع۱) یعنی جو لوگ جھوٹے طور پر خدا کے دوست ہونے کے دعویدار ہوتے ہیں وُہ کبھی موت کی خواہش نہیں کرسکتے اور نہ میدانِ مباہلہ میں آسکتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عمل سطور فوق سے ظاہر ہے۔ ایک دُوسری جگہ اللہ تعالیٰ کے حضور

دُعا کرتے ہُوئے فرماتے ہیں ؎

اے قدیر و خالقِ ارض و سماء — اے رحیم و مہربان و رہنما
ایکہ میداری تو بر دلہا نظر — ایکہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو مے بینی مرا پُر فسق و شر — گر تو دیدہ استی کہ ہستم بدگہر
پارہ پارہ کُن منِ بدکار را — شاد کُن ایں زمرہٗ اغیار را
بر دلِ شاں ابرِ رحمت ہا بہار — ہر مرادِ شاں بفضلِ خود برآر
آتش افشاں بر در و دیوارِ من — دُشمنم باش و تبہ کُن کارِ من
در مرا از بندگانت یافتی — قبلۂ من آستانت یافتی
در دلِ من آں محبت دیدۂ — کز جہاں آں راز را پوشیدۂ
بامن از رُوئے محبت کار کُن — اندکے افشائے آں اسرار کُن

(حقیقۃ المہدی صـ۱)

جن علماء اور سجادہ نشینوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجام آتھم میں دعوتِ مباہلہ دی۔ اُن میں سے بعض سعید الفطرت تو توبہ کرکے حلقہ بگوشانِ احمدیت میں داخل ہو گئے۔ اس جگہ خصوصیت سے حضرت میاں غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں شریف قابلِ ذکر ہیں۔ باقی لوگوں نے وُہی وطیرہ اختیار کیا جو ہمیشہ سے باطل پرست اختیار کرتے آئے ہیں۔ بیشک ان لوگوں نے تکذیب و تکفیر کے شور سے ایک کہرام برپا کر دیا۔ مگر ان اصحابِ فشل[1] اور اربابِ جُبن کو آسمانی بانی کے حامل، یقینِ الٰہی کے مجسمہ، خدا کے جری، حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے مقابل آکر مباہلہ کرنے کا یارا نہ ہُوا۔ اہلِ ایمان نے پھر ایک مرتبہ قرآنی صداقت وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (بقرہ ع۱۱) کا ظہور ہوتے مشاہدہ کر لیا۔ علماء کا یہ گریز انکی بطالت کا زبردست گواہ ہے۔ خود مولوی ثناء اللہ صاحب آیت بالا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"اگر آرزو موت کی نہ کریں، تو ثابت ہو جائیگا کہ ان کو مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں۔ صرف خواہشِ نفسانی کے پیچھے چلتے ہیں۔ اور ہم ابھی سے کہے دیتے

---

[1] حضرت کے الہام انت من ماءنا وھم من فشل (انجام آتھم صـ۵۵) کیطرف اشارہ ہے۔ (ابو العطاء)

ہیں کہ اپنے کئے ہوئے بداعمال کی وجہ سے جن کی سزا بھگتنا ان کو بھی یقینی ہو۔ ہرگز بھی موت کی خواہش نہ کریں گے۔ باوجود اس بداعمالی اور جسارت کے دعوٰئ نجات کیسا بڑا ظلم ہے۔" (تفسیر ثنائی جلد ۱ صفحہ ۹۱)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری جن کا انجام آتھم کی دعوتِ مباہلہ میں بلائے گئے لوگوں میں سے گیارھواں[۱] نمبر تھا۔ ایک حیلہ جو انسان ہیں اور اپنے واقفوں میں فرار کے لحاظ سے "رَوَغان الثعلب" اور تلون مزاجی میں "تلون الحرباء" کے وصف سے مشہور ہیں۔ چنانچہ فتنہ ارتداد ملکانہ کے زمانہ میں جب آپ کو اسلام کے نام پر دعوتِ عمل دی گئی تو آپ نے ہندو مسلم اتحاد کا بہانہ کرکے گریز اختیار کیا تھا۔ اسوقت معزز اخبار مشرق گورکھپور نے خوب لکھا تھا کہ:۔

"ہمعصر وکیل امرتسر نے مولانا ثناء اللہ صاحب کی حرکت پر اظہار تاسف کیا ہے کہ آپ ہندو مسلم اتحاد کیلئے بیقرار ہیں اور کہتے ہیں کہ گاندھی کو کیا منہ دکھلاؤ گے۔ ہماری رائے میں مولانا کو خدا کے سامنے شرمساری کی کوئی وجہ نہ ہوگی۔ کیونکہ مولانا نے طبیعت اور مزاج ایسا ہی پایا ہے۔ گھڑی میں کچھ، گھڑی میں کچھ۔ بہرحال یہ کام مولاناؤں کا نہیں، خدا کا کام ہے۔ خدا نے اپنا کام ہمیشہ ایسے لوگوں سے لیا ہے جو اکثر مولانا نہ تھے مگر مولانا گر تھے۔" (مشرق ۲۹ مارچ ۱۹۲۳ء)

مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی دعوتِ مباہلہ پر بھی خاموشی اختیار کی اور مباہلہ کیلئے تیار نہ ہوئے۔ لیکن جب مباحثہ میں دعوتِ مباہلہ ..... کا ذکر آیا تو آپ نے عوام الناس یا بالفاظِ دیگر "سوط الجمہور" سے ڈر کر ظاہر داری کے طور پر مباہلہ کے لئے آمادگی کا اظہار کر دیا۔ بلکہ ایک تحریر بھی لکھ دی مگر اس تحریر کا حشر وہی ہوا جو نقش بر آب کا ہوتا ہے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مباحثہ مد کے حالات کتاب اعجاز احمدی میں ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:۔

"مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر مَیں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ مَیں اس طور کے فیصلہ کے لئے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی مَیں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۱۴)

---

[۱] طبع ثانی کے وقت مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری فوت ہو چکے ہیں۔ (مؤلف)

اور پھر اس طریق فیصلہ کو منظور فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت زوردار الفاظ میں پیشگوئی فرمادی کہ :-

"اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مرجائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۳۶)

یہ طریق فیصلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عین مراد تھی۔ کیونکہ حضرت اقدس اس سے قبل اربعین میں لکھ چکے تھے :-

"دُنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے، اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ جو دشمن مجھے کاٹنا چاہتا ہے، اس کا نتیجہ بجز اسکے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔ میں ہر روز اس بات کے لئے چشم پُرآب ہوں کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوّت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے۔ پھر دیکھے کہ خدا کس کے ساتھ ہے؟ مگر میدان میں نکلنا کسی مخنّث کا کام نہیں۔ ہاں غلام دستگیر ہمارے ملک پنجاب میں کفر کے لشکر کا ایک سپاہی تھا جو کام آیا۔ اب ان لوگوں میں سے اسکے مثل بھی کوئی نکلنا محال اور غیر ممکن ہے۔ اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کریگا۔ اگر تمہارے مرد، اور تمہاری عورتیں، اور تمہارے جوان، اور تمہارے بوڑھے، اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دُعائیں کریں یہانتک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دُعا نہیں سُنے گا۔ اور نہیں رُکے گا جبتک وہ اپنے کام کو پُورا نہ کرلے۔" (اربعین ۴ صفحہ ۱۲)

لہذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو مباہلہ کیلئے پُوری آمادگی ظاہر فرمائی۔ مگر ساتھ ہی مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے متعلق لکھا :-

"یہ تو انہوں نے اچھی تجویز نکالی۔ اب اس پر قائم رہیں تو بات ہے۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۲۳)

ناظرین کرام! آپ منتظر ہوں گے کہ مولوی ثناء اللہ کی طرف سے اس طریق پر پوری آمادگی کا اعلان ہو جائیگا۔ اور مولوی صاحب میدانِ مقابلہ میں نکل آئیں گے لیکن نہیں۔ دیکھئے مولوی ثناء اللہ صاحب اعجاز احمدی صفحہ ۳۶ کی تحدّی کو نقل کرنے کے بعد کیا جواب دیتے ہیں۔ وُہ لکھتے ہیں کہ :-

"چونکہ یہ خاکسار نہ واقع میں، نہ آپ کی طرح نبی یا رسول، یا ابن اللہ یا الہامی ہے۔ اسلئے ایسے مقابلہ کی جُراُت نہیں کر سکتا۔ چونکہ آپ کی غرض یہ ہے کہ اگر مخاطب پہلے مر گیا تو چاندی کھری ہے۔ اور اگر خود بدولت تشریف لے گئے، خس کم جہاں پاک۔ تو بعد مرنے کے کِس نے قبر پر آنا ہے۔ اسلئے آپ ایسی ویسی بیہودہ شرطیں (یعنی مباہلہ۔ ناقل) باندھتے ہیں۔ مگر مَیں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے اِن باتوں پر جُراُت نہیں۔ اور یہ عدم جُراُت میرے لئے عزّت ہے، (جیساکہ یہود و نصاریٰ کیلئے گریز میں اُن کے لئے عزّت تھی۔ ابوالعطاء) ذلّت نہیں۔" (رسالہ الہامات مرزا صفحہ ۱۱۶ طبع ششم)

گویا امرتسری مولوی صاحب۔ شیرِ خدا حضرت میرزا غلام احمد قادیانی کی ایک ہی دہاڑ سے لومڑی کی طرح چھُپ گئے اور جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ ہم مولوی صاحب کے طرزِ بیان کے ثقاہت سے گرے ہوئے ہونے پر حیران نہیں۔ کیونکہ یہ اُن کی طبیعت ثانیہ بن چکا ہے "رسّی جل گئی پر بل نہ گیا"۔ ہم صرف قارئین کرام کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اہلِ حق کے سامنے اہلِ باطل کس طرح مُنہ کی کھاتے اور چاروں شانے چت گر جاتے ہیں۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی اس کھُلی شکست سے اہلِ حدیثوں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ اور اپنوں بیگانوں نے سلسلہ احمدیہ کے "اوّل نمبر مخالف" کی اس بے نظیر بُزدلی پر طعن و تشنیع کی۔ مولوی صاحب آخر انسان تھے۔ اس سلسلۂ ذمائم و شتائم سے متاثر ہوئے۔ اور اپنی فطری حیلہ بازی سے قسم اُٹھانے کا نقاب اوڑھ کر سادہ لوحوں کو تسلّی دینی چاہی لیکن بے سُود۔ جُوں جُوں زمانہ گذرتا گیا۔ یہ نقاب بھی عُریانی سے بدلتا گیا۔ اور دُنیا نے مولوی صاحب کی اصل شکل دیکھ کر سخت نفرت کا اظہار کیا۔ آخر لاچار اور مجبور ہو کر "مرتا کیا نہ کرتا" ۱۹۰۷ء

میں آپ کو لکھنا ہی پڑا۔ اور حالات کے پیشِ نظر اس تحریر میں آپ نے بزدلی کو دھونے کیلئے لفظی طور پر غیر معمولی جرأت کا اظہار کیا۔ اور لکھا کہ:۔

"مرزائیو! سچے ہو تو آؤ۔ اور اپنے گرو کو ساتھ لاؤ۔ وہی میدان عید گاہ امرتسر تیار ہے۔ جہاں تم پہلے صوفی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کر کے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو۔ اور اُنہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے۔ کیونکہ جب تک پیغمبری سے فیصلہ نہ ہو۔ سب اُمت کیلئے کافی نہیں ہو سکتا۔" (اہلحدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰)

مولوی صاحب کی یہ تعلّی مرنے والے مریض کا آخری افاقہ تھا جسے اُردو زبان میں سنبھالا لینا کہتے ہیں۔ مگر کچھ بھی ہو، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تحدّی کو منظور کیا۔ اور پورے طور پر منظور کیا۔ چنانچہ ابھی مولوی صاحب یہ سطور شائع کر کے مطمئن بھی نہ ہوئے تھے کہ جھٹ جناب ایڈیٹر صاحب اخبار بدر قادیان نے "حضرت مسیح موعودؑ کے حکم سے" اعلان کر دیا کہ:۔

"اِس مضمون کے جواب میں مَیں مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت[1] دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے اِس چیلنج کو منظور کر لیا ہے۔" (بدر ۴ اپریل ۱۹۰۷ء)

یہ اعلان کیا تھا امرتسری مُنکر کے نخلِ اُمید کیلئے بجلی تھی۔ اور اُسکے طلسم ساحری کے لئے عصائے موسیٰؑ تھا۔ اسے پڑھ کر اُس کا خون خشک ہو گیا۔ سب چالاکی اور چرب زبانی بھول گئی۔ اور جھٹ لکھ دیا کہ:۔

"مَیں نے آپ کو مباہلہ کے لئے نہیں بلایا۔ مَیں نے تو قسم کھانے پر آمادگی کی ہے۔ مگر آپ اس کو مباہلہ کہتے ہیں۔ حالانکہ مباہلہ اُس کو کہتے ہیں جو فریقین مقابلہ پر قسمیں کھائیں۔ مَیں نے حلف اٹھانا کہا ہے مباہلہ نہیں کہا۔ قسم اور ہے مباہلہ اور ہے۔" (اہلحدیث ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۳)

اِس جگہ مَیں اُن تمام لوگوں سے جو اپنے دلوں میں خشیت اللہ رکھتے ہیں، اپیل کرتا ہوں کہ وہ بغور ملاحظہ فرمائیں کہ خُدا کے مقبول بندوں کا کیا طریق ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی کامیابی اور حتمی

---

[1] یہ بشارت تھی یا مولوی صاحب کے لئے پیغامِ اجل تھا، اس کا اندازہ مولوی صاحب کے جواب سے کرلیں۔ (ابو العطاء)

فتح پر کس طرح کامل بصیرت اور یقین تام رکھتے ہیں؟ معزز قارئین! آپنے مولوی ثناء اللہ کے اضطراب اور بے بسی کو بھی دیکھا، اسکے گریز اور بزدلی کو بھی دیکھا۔ آئیے اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ بھی پڑھیئے۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں :۔

"میں ہر ایک پہلو سے منکر پر اتمام حجت چاہتا ہوں۔ یا الٰہی تو جو ہمارے کاروبار کو دیکھ رہا ہے، اور ہمارے دلوں پر تیری نظر ہے، اور تیری عمیق نگاہوں سے ہمارے اسرار پوشیدہ نہیں۔ تو ہم میں اور مخالفوں میں فیصلہ کردے۔ اور وہ جو تیری نظر میں صادق ہے اُس کو ضائع مت کر کہ صادق کے ضائع ہو جانے سے ایک جہان ضائع ہوگا۔ اے میرے قادر خدا تو نزدیک آجا۔ اور اپنی عدالت کی کرسی پر بیٹھ۔ اور یہ روز کے جھگڑے قطع کر۔ ہماری زبانیں لوگوں کے سامنے ہیں۔ اور ہمارے دلوں کی حقیقت تیرے آگے منکشف ہے۔ میں کیونکر کہوں اور کیونکر میرا دل قبول کرے کہ تو صادق کو ذلت کے ساتھ قبر میں اُتار دے گا۔ اور باشانہ زندگی والے کیونکر فتح پائیں گے۔ تیری ذات کی مجھے قسم ہے کہ تو ہرگز ایسا نہیں کرے گا" (اعجاز احمدی صفحہ ۱۶-۱۷)

بھائیو! خدا را غور کرو کہ کیا یقین کا یہ بحرِ مواج اور استقلال کی یہ زبردست لہر کسی کاذب کے قلب میں پیدا ہو سکتی ہے؟ کیا مفتری کا کلام اور اس کا ایک ایک لفظ نصرتِ الٰہی کے یقین کا چھلکتا ہوا پیالہ ہوا کرتا ہے؟ حاشا و کلا! ہرگز نہیں!! پھر کیا اب بھی تمہارے لئے خدا کے برگزیدہ مسیحؑ کے کلام میں شک کی گنجائش ہے؟

مولوی ثناء اللہ صاحب کے چیلنج مباہلہ (اہلحدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء) کے جواب میں ایڈیٹر صاحب اخبار بدر نے اِس کی منظوری کا اعلان فرماتے ہوئے دو صورتوں میں سے ایک صورت کا بایں الفاظ ذکر کیا تھا۔ کہ :۔

"باوجود اِس قدر شوخیوں اور دلآزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے پھر بھی اُس پر رحم کرکے فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو۔ جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے۔" (بدر ۴ اپریل ۱۹۰۷ء)

گویا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اس صیدِ لاغر کو چند روز اور مُہلت دینا چاہتے تھے اور حقیقۃ الوحی کی طباعت کے بعد تک اسے ملتوی کرنا چاہتے تھے جیسا کہ عبارت بالا سے ظاہر ہے مگر خدا تعالیٰ جو عالم الغیب ہے، اور جسے خُوب معلوم تھا کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری آئندہ کیا طریق اختیار کریگا۔ اُس نے نہ چاہا کہ اس سلسلۂ مباہلہ کو معرضِ تعویق میں رکھا جاوے۔ کیونکہ اس کے نزدیک مولوی ثناء اللہ پر اتمامِ حُجت ہو چکی تھی۔ اسلئے مشیّتِ ایزدی نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ارادۂ التوا کو تبدیل کروا کر حضور ؑ کی طرف سے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار بعنوان "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" شائع کروا دیا۔ جس میں حضور ؑ نے ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کی دعوتِ مباہلہ کے بالمقابل اپنی طرف سے دُعائے مباہلہ شائع فرمادی گویا جھوٹے کو گھر تک پہنچا دیا۔ اور اس طرح سے وہ عبارت (اتمامِ حُجت کی) مکمل ہو گئی جسکی بنیاد خداوند تعالیٰ کی طرف سے رکھی گئی تھی۔ اور اسی کی خاطر انجام آتھم و اعجاز احمدی میں بار بار دعوتِ مباہلہ دی گئی تھی۔

قارئین کرام! آپ خُدائی تصرفات پر غور کریں اور اُس کی شانِ علیمِ غیب کا مطالعہ فرمائیں کہ وہ مولوی ثناء اللہ صاحب پر حُجت پُوری کرنے کیلئے کس طرح سے حضرت ؑ کے اپنے خیال کے برخلاف خاص تحریک سے دُعائے مباہلہ شائع کرواتا ہے۔ حتّٰی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام خود فرماتے ہیں:۔

"ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خُدا ہی کی طرف سے اِسکی بنیاد رکھی گئی ہے۔" (بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء)

اِس خاص تحریک کی وجہ یہ تھی کہ خُدا تعالیٰ کو معلوم تھا کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری اپنے اخبار ۱۹ اپریل میں سرے سے ہی منکر ہو جائیگا۔ اور کہیگا کہ میں نے تو دعوتِ مباہلہ دی ہی نہیں اور اس وقت دُعائے مباہلہ کا شائع کرنا بے وقت ہوگا۔ اسلئے اسکے انکار کی اشاعت سے پہلے پہلے ہی ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو حضرت کی طرف سے "دعائے مباہلہ" شائع کروادی۔ اور یہی حکمتِ الٰہیہ تھی کہ حقیقۃ الوحی کی اشاعت سے قبل ہی دُعائے مباہلہ شائع کروا دی گئی۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے جسطرح ۱۹ اپریل کے اہلحدیث میں چیلنج مباہلہ سے انکار کر دیا۔ اسی طرح

حضرت اقدسؑ کی شائع کردہ دُعائے مباہلہ کے بالمقابل دُعا نہ کی تا مباہلہ منعقد ہو جاتا اور پہلے مرنے والا کاذب قرار پاتا۔ بلکہ اُس نے دُعائے مباہلہ کو ردّ کیا اور اس طریق فیصلہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ (اہلحدیث ۲۶ راپریل ۱۹۰۷ء) جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مباہلہ واقع نہ ہوا۔ باوجودیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۸۹۷ء سے متواتر کوشش کرتے رہے کہ مولوی ثناءاللہ امرتسری مباہلہ کرلے۔ مگر اس نے دس سال کے عرصہ میں مختلف رنگ بدل کر آخر ۱۹۰۷ء میں کھلے طور پر انکار کر کے خدا کے فرمودہ وَلَا یَتَمَنَّوْنَهٗ اَبَدًا کی پھر ایک مرتبہ تصدیق کر دی۔ اور احمدیت کی زبردست قوّتِ رُوحانی کا عملاً اقرار کر لیا۔

اس صورت میں جبکہ وقوعِ مباہلہ کی شق درمیان میں نہ رہی، کسی فریق کا پہلے مر جانا، اسکے کذب کی دلیل نہ ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں اور پیشگوئیوں کے مطابق ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یومِ وصال مقرر فرما دیا۔ اور حضورؑ اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہ اور مولوی ثناءاللہ صاحب اپنی انتہائی جدّ وجہد کے باوجود ناکامی کا مُنہ دیکھنے کیلئے زندہ رکھے گئے۔ خود مولوی صاحب نے لکھا تھا کہ:-

> "آنحضرت علیہ السلام باوجود سچا نبی ہونے کے مسیلمہ کذّاب سے پہلے انتقال ہوئے مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا...... مگر آخر کار چونکہ بے نیلِ مرام مرا۔ اسلئے دعا کی صحت میں شک نہیں" (مرقع قادیانی ماہ اگست ۱۹۰۷ء)

لیکن ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے موقعہ کو غنیمت جان کر امرتسری مکذّب نے، جو ہر مقابلہ میں پیٹھ دکھاتا رہا ہے، شور مچانا شروع کر دیا کہ مرزا صاحبؑ کا پہلے فوت ہو جانا اُن کے کذب کی دلیل ہے۔ کیونکہ اشتہار ۱۵ راپریل بطرفہ دُعا تھی۔ اور اس کا اِس سلسلۂ مباہلہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور میرا زندہ رہنا اور لمبی عمر پانا، میرے سچے ہونے کی علامت ہے۔

اشتہار ۱۵ راپریل کے دُعاء مباہلہ ہونے پر بارہ[۱۲] دلائل!

ہم اسکے اس کذب کے ابطال کیلئے ذیل میں وہ بارہ[۱۲] دلائل لکھتے ہیں جو آفتاب نیمروز

کی طرح بتاتے ہیں کہ اشتہار ۱۵ اپریل دُعائے مباہلہ تھا۔

دلیل اوّل

اس اشتہار کا عنوان ہے۔ "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ"۔ اگر یہ یکطرفہ دُعا ہوتی۔ تو عنوان یُوں چاہیئے تھا۔ "مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق آخری فیصلہ"۔ پس لفظ ساتھ بتا رہا ہے کہ یہ وہ فیصلہ ہے جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کا بھی دخل ہے۔ اور یہ فیصلہ بتراضیٔ فریقین ہی ہو سکتا ہے۔ یعنی یہ دُعائے مباہلہ ہے۔ نیز لفظ "آخری فیصلہ" مذہبی رنگ میں مباہلہ کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی لفظ "آخری فیصلہ" اسی مفہوم میں استعمال فرمایا ہے (اربعین ملا صلا) بلکہ اللہ تعالیٰ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے قلم سے بھی اِس لفظ کو انہی معنوں میں استعمال کروایا ہے۔ مولوی صاحب آیت مباہلہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"ایسے لوگوں کو جو کسی دلیل کو نہ جانیں، کسی علمی بات کو نہ سمجھیں، بغرض بدرا بدر بابد رسانید کرد ۔ کہ آؤ ایک آخری فیصلہ بھی سُنو۔ ہم اپنے بیٹے، اور تمہارے بیٹے، اپنی بیٹیاں اور تمہاری بیٹیاں، اپنے بھائی بند نزدیکی، اور تمہارے بھائی بند نزدیکی بُلالیں۔ پھر عاجزی سے جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں خدا خود فیصلہ دُنیا ہی میں کر دیگا۔ جو فریق اُس کے نزدیک جھوٹا ہوگا۔ وہ دُنیا میں برباد اور موردِ غضب ہوگا"[۱] (تفسیر ثنائی جلد ۲ صلا۲)

الغرض اس اشتہار کا عنوان صاف بتا رہا ہے کہ یہ دُعائے مباہلہ ہے۔

دلیل دوم

حضرت اقدس ؑ نے لکھا ہے:۔

"بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب"

اب اگر یہ یکطرفہ دُعا تھی۔ اور یہ اشتہار محض اعلان دُعاء یکطرفہ تھا۔ تو اسے مولوی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں بھیجنے کا کیا مطلب؟ معلوم ہُوا کہ یہ اشتہار دُعائے مباہلہ تھا۔

---

[۱] معلوم ہُوا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ دُنیا میں غضب مباہلہ کرنیوالے جھُوٹے منکر پر نازل ہوتا ہے۔ اگر وہ مباہلہ سے انکار کر جائے تو دُنیا میں عذاب لازمی نہیں البتہ آخرت کا عذاب ہوگا (ابو العطاء)

دلیل سوم

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اس اشتہار میں تحریر فرماتے ہیں:۔
"مَیں جانتا ہوں کہ مُفسد اور کذّاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وُہ ذلّت اور حسرت کے ساتھ اپنے دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہوجاتا ہے"
یہ الفاظ اور یہ طریقِ فیصلہ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ یہ اشتہار دُعائے مباہلہ ہے۔ کیونکہ یہ قانون مباہلہ ہی کی صُورت میں چسپاں ہوسکتا ہے۔ واقعات کی رُو سے بھی، مولوی ثناء اللہ صاحب کے نزدیک بھی۔ اور خود حضرت مسیح موعودؑ کا بھی یہی مذہب ہے۔ جیساکہ حضورؑ نے خود فرمایا ہے:۔

"کیا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سب اعداء اُن کی زندگی میں ہی ہلاک ہوگئے تھے؟ بلکہ ہزاروں اعداء آپؐ کی وفات کے بعد زندہ رہے۔ ہاں جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچّے کی زندگی میں ہلاک ہُوا کرتا ہے۔ ایسا ہی ہمارے مخالف بھی ہمارے مرنیکے بعد زندہ رہیں گے۔ ہم تو ایسی باتیں سُنکر حیران ہوتے ہیں۔ دیکھو ہماری باتوں کو کیسے اُلٹ پلٹ کر پیش کیا جاتا ہے اور تحریف کرنے میں وُہ کمال حاصل کیا ہے کہ یہودیوں کے بھی کان کاٹ دیئے ہیں۔ کیا یہ کسی نبی، ولی، قطب غوث کے زمانہ میں ہُوا کہ اُس کے سب اعداء مَر گئے ہوں۔ بلکہ کافر منافق باقی رہ ہی گئے تھے۔ ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ سچّے کے ساتھ جو جھُوٹے مُباہلہ کرتے ہیں وُہ سچّے کی زندگی میں ہلاک ہوتے ہیں۔" (اخبار الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

لہذا ماننا پڑیگا کہ اشتہار آخری فیصلہ جو اسی قانون پر مبنی ہو اشتہار دُعائے مباہلہ ہو۔ وھوالمقصود۔

دلیل چہارم

حضرت اقدسؑ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو لکھا ہے کہ:۔
"مَیں خُدا کے فضل سے اُمید کرتا ہوں کہ آپ سُنّت اللہ کے موافق مکذّبین کی سزا سے نہیں بچیں گے"
اور پھر اِس کی تشریح میں ان کی مَوت کا پہلے واقع ہوجانا اُن کی سزا بتائی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سزا، جیساکہ اُوپر کے اقتباس سے عیاں ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے نزدیک

بھی اسی شخص کو ملتی ہے جو جھوٹا ہو کر سچے سے مباہلہ کرے۔ پس ثابت ہوا کہ اشتہار ۱۵ر اپریل دعائے مباہلہ تھا۔

دلیل پنجم اِس امر کا ایک ثبوت کہ یہ اشتہار سلسلۂ مباہلہ کی ہی کڑی تھا، یہ ہے کہ حضورؑ نے اس اشتہار میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کے لئے جس نوعیتِ سزا کا اعلان کیا ہے۔ وہ بعینہٖ وہی ہے جو قبل ازیں انجام آتھم، اعجاز احمدی، اور اخبار بدر ۴ر اپریل میں مذکور ہوئی ہے۔ ہم اس جگہ ہر چہار اقتباس درج کرتے ہیں:۔

(۱) انجام آتھم میں دعائے مباہلہ کے الفاظ جو درصورت مباہلہ کہے جانے تھے یہ ہیں:۔

"تو ان مخالفوں کو جو اس وقت حاضر ہیں، ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا کر۔ کسی کو اندھا کردے، اور کسی کو مجذوم، اور کسی کو مفلوج، اور کسی کو مجنون، اور کسی کو مصروع، اور کسی کو سانپ یا سگِ دیوانہ کا شکار بنا۔ اور کسی کے مال پر آفت نازل کر، اور کسی کی جان پر، اور کسی کی عزت پر۔" (انجام آتھم صہ ۶۶)

(۲) "شرط یہ ہوگی کہ کوئی موت قتل کے رُو سے واقع نہ ہو۔ بلکہ محض بیماری کے ذریعہ سے ہو۔ مثلاً طاعون سے یا ہیضہ سے یا کسی اور بیماری سے۔" (اعجاز احمدی صہ ۱۴)

(۳) "ہم خدا سے دعا کریں گے کہ یہ عذاب جو جھوٹے پر پڑے وہ اس طرز کا ہو کہ اس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو۔" (اخبار بدر ۴ر اپریل ۱۹۰۷ء)

(۴) "اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھ سے ہے۔ جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مُہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔" (اشتہار ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء)

ہر منصف مزاج انسان ہر چہار عبارتوں کو ایک ہی لڑی میں پرویا ہوا پائیگا۔ اور اُسے ضرور ماننا پڑے گا کہ اشتہار ۱۵ر اپریل کی نوعیتِ عذاب وہی ہے جو پہلے سلسلہ مباہلہ میں متعین ہو چکی ہے۔ پس اشتہار ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء بھی اسی سلسلہ کی آخری کڑی یعنی دعائے مباہلہ ہے۔ جسے مولوی ثناء اللہ صاحب نے منظور نہ کیا۔ اور مباہلہ منعقد نہ ہوا۔

دلیل ششم حضرت اقدس ؑ نے اِس اشتہار میں تحریر فرمایا ہے :۔

"یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیشگوئی نہیں۔ بلکہ محض دُعاء کے طور پر میں نے خُدا سے فیصلہ چاہا ہے۔"

جناب مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی[1] نے تسلیم کیا ہے کہ :۔

"اس اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء میں طریقِ فیصلہ ایسا مذکور ہے جو متحدیانہ ہے۔" (روئداد مباحثہ لدھیانہ ص۳۱)

اب سوال یہ ہے کہ جب یہ پیشگوئی نہیں، الہام و وحی کی بناء پر خبر بھی نہیں، لیکن بایں ہمہ طریقِ فیصلہ متحدیانہ ہے۔ تو کیا اسے سوائے دُعائے مباہلہ ماننے کے "متحدیانہ طریقِ فیصلہ" کہا جا سکتا ہے؟ پس اس اشتہار کا پیشگوئی نہ ہونے کی صورت میں بھی متحدیانہ ہونا بتلاتا ہے کہ یہ دُعائے مباہلہ ہے۔ کیونکہ مباہلہ کر لینے کی صورت میں ہی کاذب کی مَوت کی تحدّی کی جا سکتی ہے۔

دلیل ہفتم اس اشتہار کے آخیر پر سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے تحریر فرمایا ہے :۔

"بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ میرے اِس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں، اور جو چاہیں اسکے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

یہ الفاظ بھی صاف طور سے بتا رہے ہیں کہ یہ اشتہار دُعائے مباہلہ تھا۔ ورنہ نہ التماس کی ضرورت تھی، اور نہ اسکے نیچے مولوی صاحب سے کچھ لکھوانے کی ضرورت تھی۔ معلوم ہُوا کہ یہ دُعا وُہ دُعا تھی جس کی تکمیل مولوی ثناء اللہ صاحب کے لکھنے کے بعد ہی ہو سکتی تھی۔ حضرت اقدس ؑ نے فرمایا کہ آؤ اب میدان میں نکلو، تا خُدا فیصلہ کر دے۔ مگر مولوی صاحب کو "جُرأت" نہ تھی۔ بہر حال یہ ظاہر ہے کہ یہ اشتہار دُعائے مباہلہ تھا۔

دلیل ہشتم جس طرح اشتہار کی اندرونی شہادت بتا رہی ہے کہ یہ دُعائے مباہلہ تھا۔ اسی طرح بیرونی شہادتوں سے بھی ظاہر ہے کہ یہ دُعا یکطرفہ دُعا نہ تھی۔ چنانچہ اس دُعا کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا کہ :۔

---

[1] آپ اہلِ حدیثوں کے بہت بڑے عالم تھے۔ طبع ثانی کے وقت فوت ہو چکے ہیں۔ (مؤلف)

"اِس دُعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی۔ اور بغیر میری منظوری کے اِس کو شایع کر دیا۔" (اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء)

اِن الفاظ سے ہر عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ مولوی صاحب نے خود بھی اس اشتہار (۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء) کو یکطرفہ دُعا نہیں سمجھا، ورنہ منظوری نہ لینے کا اعتراض کیوں؟ اور اسکی اشاعت "بغیر منظوری" پر چیں بجبیں ہونے کی وجہ کیا؟ ظاہر ہے کہ مولوی صاحب خود بھی اس اشتہار کو یکطرفہ دُعا نہ سمجھتے تھے؛

دلیل نہم

مولوی ثناء اللہ صاحب اشتہار ۱۵ اپریل کے ذکر پر لکھتے ہیں:۔

"ایک ایسے اشد مخالف کے مقابلہ میں ایک مامور خدا فیصلہ کی صُورت شایع کرتا ہے۔" (روئداد مباحثہ لدھیانہ صہ ۴۰)

گویا آپ اسے "فیصلہ کی صُورت" قرار دیتے ہیں۔ جو کہ حضرت نے شایع فرمائی۔ مگر مولوی صاحب نے اِس صورتِ فیصلہ پر صاد نہ کیا لہذا اب اسے قطعی اور حتمی فیصلہ قرار دیکر اعتراض کرنا درست نہیں؛

دلیل دہم

مولوی ثناء اللہ نے اس اشتہار مباہلہ کے متعلق لکھا ہے:۔

"مرزائیو! کسی نبی نے بھی اس طرح اپنے مخالفوں کو اس طریق سے فیصلہ کی طرف بُلایا ہے۔ بتاؤ تو انعام لو۔ ورنہ منہاج نبوت کا نام لیتے ہوئے شرم کرو۔" (اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء صہ ۶)

اب اصحاب انصاف سوچیں کہ مولوی صاحب نے ایک طرف تو اِس اشتہار کو "طریق فیصلہ کی طرف بُلانا" قرار دیا ہے۔ اسے یکطرفہ دُعا قرار نہیں دیا۔ دُوسری طرف اِسے "منہاجِ نبوت" کے خلاف بتلایا۔ بلکہ اس کی نظیر بتلانے پر انعام دینے تک آمادہ ہو رہے ہیں۔ اگر یہ اشتہار یکطرفہ بد دعا تھی، تو کیا مولوی صاحب کے نزدیک کسی نبی نے اپنے مخالفوں پر بد دُعا نہیں کی۔ حالانکہ اُن کا اپنا اقرار موجود ہے کہ:۔

"اِس قسم کے واقعات بیشمار ملتے ہیں جن میں حضرات انبیا علیہم السّلام نے مخالفوں پر بد دُعائیں کیں، اور خدا نے قبول کر کے فیصلہ فرما دیا۔"

(روئداد مباحثہ لدھیانہ صہ ۴۷)

جب نبیوں کے یکطرفہ بد دعا کرنے کے "بے شمار واقعات" ملتے ہیں تو پھر مولویصاحب اگر اشتہار ۱۵ اپریل کو یکطرفہ بددعا سمجھتے تو اسے "منہاج نبوت" کے خلاف کیوں قرار دیتے۔ لہذا ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بھی اسوقت یہ اشتہار یکطرفہ دُعا نہ تھی:

اگر یہ سوال ہو کہ جب اشتہار ۱۵ اپریل دُعائے مباہلہ تھی، تو پھر بھی اسے خلاف طریق انبیاء قرار نہیں دیا جاسکتا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی صاحب نے دُعائے مباہلہ کی صورت میں اسے اسلئے منہاجِ نبوّت کے خلاف قرار دیا تھا کہ آپ تو کبھی مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہی نہ ہوئے تھے۔ اور نہ ہی اُن کو مباہلہ کرنے کی جُرأت تھی۔ مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کے اہلحدیث میں جو تعلّی کی تھی وُہ تو لوگوں کے تقاضوں سے تنگ آکر گیدڑ بھبکی تھی۔ گویا مولوی صاحب ایک طرف اپنے دِل کے انکار، اور انکار پر اصرار کو دیکھتے تھے، تو آپ کہتے تھے کہ یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے کہ میں مباہلہ کیلئے تیار نہیں اور مباہلہ کے نام سے ہی کانوں پر ہاتھ دھرتا ہوں۔ اور ادھر حضرت مرزا صاحب مباہلہ کیلئے اصرار پر اصرار کئے جارہے ہیں۔ اسی حالتِ سراسیمگی میں آپ نے اسقدر زبردستی کو خلاف منہاجِ نبوت قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اِس طرح بُلانے یعنی مخالفت کے شدید انکار کے باوجود دعوتِ مباہلہ دیئے جانے، بلکہ دُعائے مباہلہ شائع کر دینے کو اپنی عقل کے مطابق خلاف منہاجِ نبوّت قرار دیا ہے۔

بہرحال مولوی صاحب کے جواب کے یہ فقرات زبردست دلیل ہیں کہ مولوی صاحب نے کم از کم اُس وقت اِس اشتہار کو یکطرفہ بددُعا نہ سمجھا تھا:

دلیل یازدہم

مولوی ثناء اللہ صاحب نے خود متعدد مقامات پر اِس اشتہار کو مباہلہ کا اشتہار لکھا ہے۔ بطور نمونہ حسب ذیل حوالجات ملاحظہ ہوں:-

(۱) "کرشن قادیانی نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو میرے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کیا تھا۔"
(مرقع قادیانی جون ۱۹۰۸ء صـ۸)

(۲) "مرزا جی نے میرے ساتھ مباہلہ کا ایک طولانی اشتہار دیا تھا۔"
(مرقع قادیانی دسمبر ۱۹۰۷ء صـ۳)

(۳) "وہ اپنے اشتہار مباہلہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء میں چیخ اٹھا تھا کہ اہلحدیث نے میری عمارت کو ہلا دیا ہے۔" (اہلحدیث ۱۹ جون ۱۹۰۸ء)

کیا اس قدر تصریح کے بعد بھی آج اس اشتہار کو اشتہار مباہلہ نہ ماننا دیانتداری کا خون کرنا نہیں ہے

بحث کرنا تم سے کیا حاصل اگر تم میں نہیں
رُوحِ انصاف و خدا ترسی جو ہے دیں کا شعار

دلیل دوازدہم[۱۲]

اخبار اہلحدیث میں اشتہار ۱۵ اپریل پر بہت کچھ لکھنے کے بعد مولوی صاحب بطور خلاصہ اپنا جواب بایں الفاظ لکھتے ہیں:۔

"یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں، اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کرسکتا ہے۔" (اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء)

یہ الفاظ کھلے طور پر اس بات کی دلیل ہیں کہ مولوی صاحب نے اسے دُعائے مباہلہ ہی سمجھا تھا۔ اور اسکی نامنظوری کو ہی علامت دانائی قرار دیا تھا۔ جیساکہ پہلے کفار مباہلہ سے گریز کرکے دانائی کا ثبوت دے چکے ہیں۔ کیونکہ مولوی صاحب اور اُن کے "دانا" قطعی طور پر جانتے ہیں کہ خدا کے برگزیدہ سے مباہلہ کرنے کے بعد کاذب کی موت یقینی ہے۔ چنانچہ حضرت امام فخرالدین رازی ایک پرانے "دانا" عبدالمسیح نصرانی کا قول نقل کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ:۔

"وَاللہِ مَا بَاھَلَ قَوْمٌ نَبِیًّا قَطُّ فَعَاشَ کَبِیْرُھُمْ وَلَا نَبَتَ صَغِیْرُھُمْ۔"

یعنی بخدا کسی نبی سے کسی قوم نے مباہلہ نہیں کیا مگر اُن کے چھوٹے و بڑے تباہ ہو گئے۔" (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۴۳)

بہرحال ان ایک درجن دلائل سے ثابت ہے کہ اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء دعائے مباہلہ کا اشتہار تھا۔ اب چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے بالمقابل بددعا نہ کی، بلکہ مباہلہ کرنا منظور نہ کیا۔ لہٰذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلے وفات پانا اور مولوی ثناء اللہ کا زندہ رہ کر آخر ناکامی کی وفات پانا اگر کچھ ثابت کرتا ہے تو بس یہی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بروزِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور مولوی ثناء اللہ بقول خود مثیلِ مسیلمہ۔ ھل بعد ھذا الایضاح موضع شکٍ ؟ کلّا !

مولوی ثناء اللہ صاحب کی لمبی زندگی

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اعجازِ احمدی میں لکھا تھا :-

"اگر اِس چیلنج پر وُہ مستعد ہُوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مر جائے تو ضرور وُہ پہلے مریں گے۔" (اعجازِ احمدی صفحہ ۳۷)

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ مباہلہ نہ کرنے کی صُورت میں مولوی صاحب کا زندہ رہنا ہی مقدر تھا۔ پس مباہلہ سے انکار کر کے بچ رہنا بذاتِ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی دلیل ہے۔ جیسا کہ حضورؑ کے الفاظ "ہمارے مخالف بھی ہمارے مرنے کے بعد زندہ رہیں گے۔" (الحکم ۱۰ را کتوبر ۱۹۰۶ء) میں بھی اشارہ تھا۔

علاوہ ازیں مولوی ثناء اللہ صاحب کے اپنے مسلّمہ معیار کے مطابق بھی اُن کی زندگی اُن کو جھوٹا ثابت کرتی ہے۔ اہلحدیث میں لکھا ہے :-

"قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مُہلت ملتی ہے۔ سنو ! مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا۔ (پ ۱۶ ع ۱) اور اِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا اِثْمًا (پ ۴ ع ۹) اور وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (پ ۱ ع ۲) وغیرہ آیات تمہارے اِس دجل کی تکذیب کرتی ہیں۔ اور سنو ! بَلْ مَتَّعْنَا هٰؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ (پ ۱۷ ع ۳) جن کے صاف یہی معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ جھوٹے، دغا باز، مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے، تاکہ وُہ اس مہلت میں اور بھی بُرے کام کر لیں۔" (اہلحدیث ۲۶ را پریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ حاشیہ)[1]

---

[1] مولوی صاحب نے اپنے مضمون کے حاشیہ کے طور پر ان سطور کو نائب ایڈیٹر کی طرف سے شائع کیا ہے۔ اوّل تو یہ استدلال آیات قرآنیہ سے ہے۔ دوسرے اس معیار کے متعلق مولوی صاحب لکھ چکے ہیں "مَیں اسکو صحیح جانتا ہوں۔" (اہلحدیث ۳۱ر جولائی ۱۹۰۸ء) لہٰذا یہ معیار مولوی صاحب کو مندرجہ بالا الفاظ کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ مولوی صاحب کہا کرتے ہیں کہ مَیں نے کہیں نہیں لکھا کہ "حرامزادہ کی رسّی دراز ہوتی ہے۔" لیکن الفاظ فوق اس سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ ہمارے دوستوں کو یہ الفاظ پیش کرنے چاہئیں۔ تاکہ مولوی صاحب کو گنجائش انکار نہ رہے۔ (ابوالعطاء)

خلاصۂ کلام یہ کہ مولوی صاحب کی موجودہ زندگی[1] حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور مولوی ثناء اللہ کی بطالت پر بیّن دلیل ہے۔ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ۔ اسی موقعہ پر ایک دوست نے کہا ہے ؎

کاذبوں کو عمر لمبی ملتی ہے تُو نے لکھا ٭ کذب میں پکّا تھا اپنے اسلئے زندہ رہا

مَیں ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کا اشتہار ۱۵ اپریل دُعائے مباہلہ تھا، یکطرفہ دُعا نہ تھی۔ اسلئے مولوی ثناء اللہ صاحب مباہلہ سے انکار کر کے بچ گئے۔

اِس جگہ مَیں طالبانِ حق کے سامنے ایک اور طریق فیصلہ پیش کرتا ہوں۔ اور وُہ یہ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کُھلے اور واضح الفاظ میں (حسب عادت گول مول الفاظ میں نہیں) خدائے علیم وخبیر کو حاضر ناظر جان کر مندرجہ ذیل حلف اُٹھائیں۔ یعنی :-

"اے علیم خدا مَیں تجھے حاضر ناظر جان کر تیرے نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء بعنوان "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" کو کبھی بھی، نہ اب نہ اس سے پہلے اشتہارِ مباہلہ اور دُعائے مباہلہ نہیں سمجھا۔ بلکہ مَیں ہمیشہ سے ہی اس کو یکطرفہ قطعی دُعا سمجھتا رہا ہوں جس میں میری منظوری یا عدم منظوری کا کوئی دخل نہ تھا۔ اے شدید البطش اور ذو الانتقام خدا! اگر مَیں اِس قسم میں جھوٹا ہوں اور حق کو چھپانے والا۔ تو تُو مجھے ایک سال کے اندر اندر سخت عذاب میں مبتلا کر۔ آمین۔"

مَیں یقین رکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اِس حلف کیلئے تیار نہ ہونگے۔ لیکن اگر وُہ ایسا کرلیں اور سال بھر تک عذاب الٰہی کی گرفت سے بچ جائیں۔ تو ہم مان لیں گے کہ بیشک انہوں نے اس اشتہار کو دُعائے یکطرفہ ہی سمجھا تھا۔ ورنہ اب تو جیسا کہ مندرجہ بالا حوالجات سے ظاہر ہے وہ صریح طور پر کذب بیانی اور مغالطہ دہی اختیار کر رہے ہیں اور اپنے سابقہ بیانات کے خلاف یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ اشتہار یکطرفہ دُعا تھی۔ کیا مولوی صاحب اِس حلف کیلئے "جرأت" کرینگے؟[2]

---

[1] طبع ثانی کے وقت اُن کی ناکام موت بھی واقع ہو چکی ہے جو خود احمدیت کی صداقت پر ایک دلیل ہے۔ (مؤلف)

[2] مولوی صاحب نے زندگی بھر اسکی جرأت نہیں کی۔ اب طبع دوم کے وقت تو وُہ فوت ہوگئے ہیں۔ (مؤلف)

ایک غلط استدلال کا جواب

مولوی ثناء اللہ صاحب اور اُن کے ہمنوا عام طور پر استدلال کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ اس دُعائے مباہلہ (اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء) کے متعلق ہے۔ لہذا یہ دُعا منظور شدہ دُعا ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی وفات (نعوذ باللہ) ان کے کذب کی دلیل ہے۔ اس استدلال کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ اشتہار ۱۵ اپریل دُعائے مباہلہ ہے، جیساکہ ثابت کیا جاچکا ہے، اس دُعائے مباہلہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فرمانا انہی معنوں میں ہے جن معنوں میں آیت مباہلہ میں الفاظ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ ہیں۔ یہ بھی خدا کا کلام ہے اور وہ بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ ان نصاریٰ نجران کو دعوت مباہلہ دو، ہم ان جھوٹوں پر لعنت نازل کردینگے۔ حضور علیہ السّلام نے ان کو دعوت مباہلہ دی۔ اور اس یقین کے ساتھ دی کہ اگر یہ مباہلہ کرینگے تو ایک سال کے اندر اندر تباہ ہوجائیں گے۔ جیساکہ حضورؐ کے الفاظ لَمَا حَالَ الْحَوْلُ عَلَی النَّصَارٰی کُلِّھِمْ حَتّٰی یَھْلِکُوْا (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۶۵) سے ظاہر ہے۔ مگر نصاریٰ نجران نے مباہلہ سے انکار کردیا اسلئے وُہ بچ گئے۔ بعینہٖ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تحریک کی کہ مولوی ثناءاللہ کے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کردو۔ مَیں دُعا کو سُنتا ہوں یعنی اگر مولوی ثناء اللہ امرتسری نے مباہلہ کیا تو وُہ ضرور پہلے مریگا۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے اسی یقین کے ساتھ دُعائے مباہلہ شائع کردی لیکن نصاریٰ نجران کی طرح اس جگہ بھی مولوی ثناءاللہ امرتسری نے مباہلہ کرنے سے انکار کردیا اور فرار کی راہ اختیار کی اسلئے وہ بچ گیا۔ پس حضرتؑ کے اِس الہام کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اِس وعدے کی تاکید فرمائی ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام قبل ازیں اپنے الفاظ میں لکھ چکے ہیں کہ:۔

"اگر اس چیلنج پر وُہ (مولوی ثناءاللہ صاحب) مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مرجائے تو ضرور وُہ پہلے مریں گے۔"

پس الہام اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ سے بھی مولوی صاحب اور ان کے ساتھیوں کا استدلال غلط ہے۔

بدر ۱۳؍جون ۱۹۰۷ء کا جواب حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا ذاتی ہے

مولوی ثناء اللہ صاحب اخبار بدر ۱۹۰۷ء سے بھی استدلال کیا کرتے ہیں۔ مگر وہ جواب (دربارہ حقیقۃ الوحی) ایڈیٹر اخبار حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا ہے، حضرت اقدس کا جواب نہیں ہے۔ ۱۹۳۰ء میں حضرت مفتی صاحب نے ذیل کا خط مجھے لکھا تھا جو تفہیمات ربانیہ کے پہلے ایڈیشن میں اسی وقت شائع ہو گیا تھا۔ وَھُوَ ھٰذَا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم * نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم بندہ مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری مولوی فاضل۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے سوال کے جواب میں اتنا لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اخبار بدر مورخہ ۱۳؍جون ۱۹۰۷ء صد۲ کالم نمبر اوّل میں جو نوٹ بعنوان "نقل خط بنام مولوی ثناء اللہ صاحب" شائع ہوا ہے۔ یہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کے مطالبہ حقیقۃ الوحی کا جواب ہے جو مَیں نے خود لکھا تھا۔ اور یہ میرے ہی الفاظ ہیں۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ نے اِسکے متعلق کوئی ہدایت نہ دی تھی۔ مَیں نے اپنی طرف سے جواب لکھ دیا تھا۔ اس بیان کی اشاعت مناسب ہے۔ تاکہ کوئی شخص اس نوٹ کو حضرت کی طرف منسوب کر کے مغالطہ نہ دے سکے۔ والسّلام۔ المرقوم ۱۰؍دسمبر ۱۹۳۰ء۔

خاکسار محمد صادق سابق ایڈیٹر اخبار بدر قادیان۔"

اس خط کا مضمون نہایت واضح ہے۔ خود مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی لکھا ہے:۔

"کتاب حقیقۃ الوحی باوجود تحریری وعدے کے میرے پاس آج تک نہیں بھیجی۔ رجسٹری خط کے ذریعہ یاددہانی کی تو جواب صاف آیا۔ جس پر آپ کے بے نور بدر کے ایڈیٹر نے کمال ایمانداری سے اپنا جواب تو شائع کر دیا۔ مگر میرے خط کا ذکر تک نہ کیا۔" (مرقع قادیانی امرتسر نومبر ۱۹۰۷ء صد۲۲)

پس ہر صورت میں اخبار بدر ۱۳ ؍جون کی عبارت جناب مفتی صاحب کے اپنے الفاظ ہیں حضرت اقدس ؑ کے نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کا وہ مفہوم لینا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصریحات بلکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے اپنے بیانات کے بھی خلاف ہے' درست نہیں۔ اور اگر اسی مفہوم پر اصرار ہے' تو جب اہلحدیث کسی صحابی بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تفسیر تک کو نہیں مانتے (اہلحدیث ۲؍اکتوبر ۱۹۳۱ء) تو جماعت احمدیہ پر اس خود ساختہ مفہوم کی بناء پر کیونکر اعتراض کر سکتے ہیں۔ بہر حال مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ عذر بھی تار عنکبوت سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کا حلفیہ تحریری بیان

ایک اعتراض جو اس موقعہ پر مولوی صاحب کیا کرتے ہیں' وہ یہ ہے کہ آپ کہتے ہیں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے رسالہ تشحیذ الاذہان میں لکھا ہے کہ اشتہار ۱۵ ؍اپریل کو مباہلہ کہنا دھوکہ اور فریب ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ اشتہار دُعائے مباہلہ نہ تھا۔

الجواب جواباً عرض ہے کہ مباہلہ کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ فریقین بد دعا کریں' مگر اسجگہ فریقین نے بد دعا نہیں کی اسلئے مباہلہ واقع نہیں ہُوا۔ اور آج مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب میرے ساتھ مباہلہ کے نتیجہ میں مجھ سے پہلے فوت ہو گئے' واقعی سراسر دھوکہ اور فریب ہے۔ کیونکہ جب مولوی صاحب نے بالمقابل بد دُعا ہی نہیں کی بلکہ اس طریق سے ہی انکار کر دیا' تو مباہلہ واقع نہ ہُوا۔ ہاں اشتہار ۱۵ ؍اپریل حضرت اقدس ؑ کی طرف سے دُعائے مباہلہ ضرور تھا۔ اسی فرق کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے رسالہ تشحیذ الاذہان میں ذکر فرمایا ہے۔ ذیل میں ہم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ایک تحریری بیان کی نقل شایع کرتے ہیں جو حضور نے ۱۶ ؍مارچ ۱۹۳۱ء کو تحریر فرما کر حافظ محمد حسن صاحب نائب ناظم انجمن اہلحدیث لاہور کے مطالبہ پر انہیں ارسال فرمایا اور وہ یہ ہے:۔

"میں خدا کو حاضر ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں۔ کہ مجھے کامل یقین ہے کہ اگر

مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے مقابلہ پر اس اعلان کے مطابق آتے۔ جو آپ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے خلاف ۱۹۰۷ء میں کیا تھا، تو وُہ ضرور ہلاک ہوتے۔ اور مجھے یہ یقین ہے، جیساکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی وفات پر جو مَیں نے مضمون لکھا تھا، اُس میں بھی لکھ چکا ہوں، کہ مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ کے متعلق جو کچھ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا تھا، وُہ دُعائے مباہلہ تھی۔ پس چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اسکے مقابل پر دُعا نہیں کی، بلکہ اسکے مطابق فیصلہ چاہنے سے انکار کر دیا۔ وہ مباہلہ کی صورت میں تبدیل نہیں ہُوئی۔ اور مولوی صاحب عذاب سے ایک مُدّت کے لئے بچ گئے۔ میری اس تحریر کے شاہد میری کتاب "صادقوں کی روشنی" کے یہ فقرات ہیں۔ "مگر چونکہ اسکے انکار مباہلہ سے وُہ عذاب اور طرح بدل گیا۔ تو اُس نے منسوخ شدہ فیصلہ کو پھر دُہرانا شروع کر دیا۔" نیز "اگر وُہ ایسا کرتا تو خداوند تعالیٰ اپنی قُدرت دکھاتا اور ثناء اللہ اپنی گندہ دہانیوں کا مزا چکھ لیتا۔" غرض میرا یہ ہمیشہ سے یقین ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی دُعا دُعائے مباہلہ تھی۔ لیکن بوجہ اسکے کہ مولوی صاحب نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ وُہ دُعا، مباہلہ نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ نے عذاب کے طریق کو بدل دیا۔

خاکسار مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی $\frac{۲}{۲۱}$ ۱۶ "

پس مولوی ثناء اللہ صاحب کا آخری حیلہ بھی جاتا رہا۔ اور صاف کُھل گیا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بھی ۱۵ اپریل کے اشتہار کو دُعائے مباہلہ ہی سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ایک اور عُذر کا جواب

مولوی ثناء اللہ صاحب کہہ دیا کرتے ہیں کہ مَیں نے جو اشتہار ۱۵ اپریل کو "مباہلہ کا اشتہار" لکھا ہے تو یہ محض مرزا صاحب کے اس طریق پر ہے جس طرح انہوں نے مولوی غلام دستگیر قصوری کی یکطرفہ دُعا کو مباہلہ قرار دیا ہے۔ مولوی

ثناء اللہ کا یہ عذر لنگ عقلمندوں کی نظر میں مضحکہ خیز ہے بالخصوص اس لئے کہ مولوی صاحب نے ہماری طرف سے اُن پر اعتراض ہونے سے قبل انہوں نے کبھی یہ تصریح نہیں کی تھی، بلکہ ہمیشہ یہی لکھتے رہے کہ مباہلہ وُہ ہوتا ہے جس میں فریقین بالمقابل دُعا کریں۔ علاوہ ازیں غلام دستگیر کی دُعا کو یکطرفہ قرار دینے میں بھی مولوی صاحب کا مغالطہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ وُہ بد دُعا صحیح طور پر دُعاءِ مُباہلہ تھی۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنی کتاب انجامِ آتھم میں علماء کو دعوت مباہلہ دیتے ہوئے جن میں سے سترھویں نمبر پر غلام دستگیر قصوری کا نام بھی ہے صاف تحریر کر دیا تھا کہ :-

"گواہ رہ۔ اے زمین! اور اے آسمان! کہ خدا کی لعنت اُس شخص پر کہ اِس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو۔ اور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے۔" (انجام آتھم ص۶۷)

گویا حضرت کی طرف سے بد دعا ہوگئی۔ بعد ازاں غلام دستگیر نے بھی اپنی کتاب فتح رحمانی ص۲۶-۲۷ مطبوعہ ۱۳۱۵ھ ہجری میں حضرت پر بد دعا کی اور وہ ہلاک ہوگیا۔ پس غلام دستگیر کی ہلاکت مباہلہ سے ہوئی۔ لہٰذا یہ اعتراض بھی باطل ہے۔

اب مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس اعتراض کا بخوبی قلع قمع ہوگیا جو مولوی صاحب اپنے آپکو زندہ بتا کر پیش کیا کرتے ہیں حقیقت یہی ہے کہ مولوی صاحب کی موجودہ زندگی احمدیت کا ایک نشان اور انکے لئے باعثِ حسرت ہے۔ خدا تعالےٰ چاہتا تھا کہ مولوی صاحب کو شجرِ احمدیت کی کامیابی دکھائے تا اسکی موت حسرت کی موت ہو جو دلائل کی موت کے بعد بہت بڑا عذاب ہے۔ سو اُس نے کافی مہلت دیکر یہ سارا نقشہ دکھا دیا۔ اے کاش کہ مولوی صاحب اب بھی نصیحت حاصل کریں، اور حق کو قبول کریں۔ وما علینا الا البلاغ ؎

مراد ما نصیحت بود و گفتیم ✤ حوالت با خدا کردیم و رفتیم

مولوی ثناء اللہ صاحب کی بے نیلِ مرام موت

شاعر نے درست کہا ہے ؎

مرا بمرگ عدو جائے شادمانی نیست
کہ عمر ما نیز جاودانی نیست

مولوی ثناء اللہ صاحب ۱۵ر مارچ ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں فوت ہو گئے ہیں۔ اب وہ مقابلہ جو زندگی بھر جاری رہا، وہ ختم ہو گیا۔ وُہ خداوند تعالیٰ کے حضور اپنے اعمال کی جوابدہی کے لئے پہنچ گئے ہیں اور ہم سب اپنے اپنے وقت پر اپنے ربّ کے حضور حاضر ہونے والے ہیں۔

دلائل وحقائق کی رُو سے سلسلۂ بحث جاری رہ سکتا ہے۔ بلاشبہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی وفات کے بعد چالیس برس کی لمبی مہلت پائی ہے اور اس عرصہ میں مولوی صاحب نے اپنا پُورا زور صرف کیا ہے کہ سلسلہ احمدیہ نابود ہو جائے۔ مگر دُنیا جانتی ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے اس مقصد میں بالکل ناکام ہُوئے ہیں۔ ہم ذیل میں مولوی صاحب کی وفات اور اُن کی ناکامی کے تذکرہ کے لئے چند اہم اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

حالاتِ وفات

(۱) مولوی عبدالمجید صاحب سوہدروی اپنی کتاب سیرت ثنائی مطبوعہ مقبول عام پریس لاہور میں لکھتے ہیں:-

"مولانا مرحوم شہر کے مسلم رؤسا میں سے تھے، لاکھوں روپے کا سامان موجود تھا، ہزاروں روپے نقد، ہزارہا روپے کے زیورات صندوقوں میں بند تھے، ہزارہا روپیہ کا کتبخانہ تھا، پارچات کی کمی نہ تھی، مگر مولانا نے کسی چیز کو نگاہِ حسرت آمیز سے بھی نہیں دیکھا، نہ آپ کچھ اُٹھایا، نہ دُوسروں کو اُٹھانے دیا۔ اُس وقت صرف پچاس روپے آپکی جیب میں تھے اور معمولی کپڑے زیب بدن، اُسی حالت میں آپ معہ اہل وعیال مکان چھوڑ گئے، اور کسی دُوسری جگہ شب باش ہُوئے۔

آپ کا مکان کو چھوڑنا ہی تھا کہ بدمعاش لُٹیرے، جو اِسی انتظار میں

گھات لگائے بیٹھے تھے، ٹوٹ پڑے، اور تمام سامان، نقدی، زیورات وغیرہ لوٹ کر لے گئے، اور اس لوٹ کھسوٹ کے بعد مکان کو بھی نذرِ آتش کر دیا۔

لٹیروں نے اسی پر بس نہ کی، بلکہ آپ کا وُہ عزیز ترین کتبخانہ جس میں ہزار ہا روپے کی نایاب وقیمتی کتابیں تھیں، اور جن کو آپ نے بڑی محنت اور جانفشانی سے جمع کیا، اور خریدا تھا، جلا کر خاک کر دیں۔ کتابوں کے جلنے کا صدمہ مولانا کو اکلوتے فرزند کی شہادت سے کم نہ تھا۔ یہ کتابیں حضرت کا سرمایۂ زندگی تھیں اور ان میں بعض تو اسقدر نایاب تھیں کہ اُنکا ملنا ہی مشکل بلکہ ناممکن ہو چکا تھا۔ یہ صدمۂ جانکاہ آپ کو آخری دم تک رہا، اور حقیقت میں آپ کی ناگہانی موت کا سبب یہ دو ہی صدمات تھے، ایک فرزند کی اچانک شہادت اور دُوسرے بیش قیمت کتب کی سوختگی۔ چنانچہ یہ دونو صدمے تھوڑے عرصہ میں آپ کی جان لے کر رہے" (سیرت ثنائی صفحہ ۳۸۹، ۳۹۰)

(۲) اخبار الاعتصام لاہور لکھتا ہے:۔

"اگست ۱۹۴۷ء میں امرتسر نہایت قیامتِ صُغریٰ کا نمونہ پیش کر رہا تھا۔ فسادات کے ہلاکت خیز طوفانوں نے مولانا کی اقامت گاہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ہر چند کہ وُہ اپنے دیگر عزیزوں کے ہمراہ سلامتی سے نکل آنے میں کامیاب ہو گئے لیکن اُن کی آنکھوں کے سامنے اُن کا جوان اکلوتا بیٹا عطاء اللہ جس بُری طرح ذبح کیا گیا اُس نے اُن کے قلب و جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پاکستان میں تشریف لا کر مولانا کچھ عرصہ تک گوجرانوالہ میں ٹھہرے اور پھر وہاں سے سرگودہا جا کر اقامت پذیر ہوئے اور وہیں چند ماہ کے بعد اپنے اللہ کے حضور تشریف لے گئے۔" (الاعتصام ۱۵ جون ۱۹۶۲ء صفحہ ۱)

سلسلہ احمدیہ کی ترقی اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی ناکامی کا اعتراف

لائل پور میں مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف مدیر المنبر (سابق المنیر) سلسلہ احمدیہ کے شدید معاند ہیں۔ انہوں نے ۱۹۵۶ء میں کھلے بندوں اعتراف کیا تھا۔ وُہ لکھتے ہیں کہ:۔

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمامتر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا، اُن میں سے اکثر تقویٰ۔ تعلق باللہ۔ دیانت۔ خلوص۔ علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین صاحب دہلوی۔ مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی۔ مولانا قاضی سید سلیمان منصورپوری۔ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولانا عبدالجبار غزنوی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، اور دُوسرے اکابر رحمہم اللہ وغفرلھم کے بارے میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور ان کا اثر و رسُوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوں۔ اگرچہ یہ الفاظ سُننے اور پڑھنے والوں کیلئے تکلیف دِہ ہونگے اور قادیانی اخبار اور رسائل چند دن انہیں اپنی تائید میں پیش کر کے خوش ہوتے رہیں گے لیکن ہم اِسکے باوجود اِس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہُوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے۔ تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہُوا وہاں انکا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں۔ اور دُوسری جانب ۵۳ء کے عظیم تر ہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اِس کوشش میں ہے کہ اس کا ۵۷-۱۹۵۶ء کا بجٹ پچیس لاکھ روپیہ کا ہو۔" (المنیر لائل پور ۲۳ر فروری ۱۹۵۶ء)

یہ گواہی ۱۹۵۶ء کی ہے اور آج ۱۹۶۴ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آٹھ سال کے بعد جماعت احمدیہ کا قدم بہت آگے ہے۔ اور دن بدن ترقی کی طرف بڑھ رہا ہے پس مولوی ثناء اللہ صاحب کی وفات بے نیلِ مَرام ہوئی۔ لہٰذا انکے محض چالیس سال بعد تک زندہ رہنے سے تو احمدیت کی صداقت اور بھی نمایاں ہوتی رہی ہے کاش لوگ غور اور تدبّر سے کام لیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ